(دوسرا ایڈیشن)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَقِمِ الصَّلوٰۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ

قائم کرو نماز کو سورج کے ڈھلنے کے وقت

رسالہ

مؤلفہ

حضرت مولانا مولوی ابو عبد الرحمٰن غلام دستگیر صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ

الناشر

حضرت میاں رحمت علی صاحب موضع گھنگ ڈاکخانہ کاہنا کاچھا ضلع لاہور

بہ تصدیق

مولانا مولوی مناظرِ اسلام محمد عمر صاحب اچھرہ۔ لاہور

سنہ ۱۹۵۹ء

سنہ ۱۳۷۹ھ

(دوسرا ایڈیشن)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ

قائم کرو نماز کو سورج کے ڈھلنے کے وقت

رسالہ

ظہور اللمعۃ فی ظہر الجمعۃ

مؤلفہ

حضرت مولانا مولوی ابو عبدالرحمٰن غلام دستگیر صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ

الناشر

(حضرت میاں) رحمت علی صاحب موضع گھنگ ڈاکخانہ کاہنا کاچھا ضلع لاہور

بہ تصدیق

مولانا مولوی مناظرِ اسلام محمد عمر صاحب اچھرہ ۔ لاہور

۱۳۷۹ھ ۱۹۵۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین حمداً یوافی نعمہ ویکافی مزید کرمہ والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ سید المرسلین نبینا
ومولانا محمد وسائر النبیین وآلہ وآل کل والملائکۃ وجمیع الصالحین اما بعد مخفی نہ رہے کہ جمعہ کی نماز فرض
عین ہے منکر اس کا کافر ہے۔ مگر پنج وقتی نمازوں کی طرح فرض غیر مشروط نہیں بلکہ ائمہ مجتہدین دین
نے قرآن مجید سے استنباط کرکے اور حدیث صحیح وعادت مستمرہ ومعمول آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم وخلفاء راشدین مہدیین رضی اللہ عنہم اجمعین سے جمعہ کی شرطیں بیان فرمائی ہیں۔ خدانخواستہ
رافضیوں معتزلیوں کی مقرر کی ہوئی نہیں ہیں اور سرور عالم صلے اللہ وسلم وخلفاء راشدین نے کبھی
بھی جنگلوں اور گانوں میں جمعہ نہیں پڑھا اور نہ کسی معتزلہ بادشاہ نے ظہر بعد الجمعہ بدعت نکالی ہے بلکہ
بنا بر ادلہ شرعیہ مجتہدوں کی کتابوں سے اس کا ثبوت ہے اور کتب معتبرہ فقہ حنفیہ میں سے کسی ایک
میں بھی یہ تصریح نہیں کہ ظہر بعد الجمعہ رافضیوں معتزلیوں کی بدعت ہے بلکہ حافظ محمد وغیرہ نے جن
کتابوں کا نام ظہر بعد الجمعہ کے بدعت ہونے میں سند لکھا ہے انہیں کتابوں میں اس بات کا عمدہ
ثبوت ہے کہ ظہر بعد الجمعہ کا ادا کرنا بجا و روا ہے چنانچہ اپنے موقع پر ان سب باتوں کا ثبوت مرقوم
ہوگا اور رسالہ قصوریہ محض بناوٹی بات ہے اور ایسے مصنوعی رسالوں پر مسائل شرعیہ کی بنیاد رکھنی
اور وہ مسائل کتابوں میں درج کرنے سخت واہیات ہے اور ظہر بعد الجمعہ پڑھنے والوں کو بدعتی وغیرہ
لکھنا کمال بے دینی ہے اب اس جگہ دو امر کا ثبوت ضروری ہے۔ اول جمعہ کی شرطوں کا تحقیق دوسرا ظہر
بعد الجمعہ کی مشروعیت کی تحقیق اور ان دونوں کے ضمن میں دوسرے متعلقات بھی مذکور ہو جاویں گے
ہر ذی شعور پر ظاہر ہے کہ انواع محمدی کا پہلا بیت منقولہ صدر صریح بتلا رہا ہے کہ جمعہ مسافروں عورتوں
غلاموں اور بیماروں یعنی ان چاروں پر فرض نہیں ہے اور ایسا ہی رسالہ تبصرہ کی صـ ۲۵ و ۲۶ میں درج
ہے پھر دوسری بیت انواع محمدیہ کا یہ دعوے کہ جمعہ کی نماز پنج وقتی فرض نمازوں کی طرح ہے۔ نہایت
بے جا ہے کیا معنے پنج وقتی فرض نمازیں مسافروں عورتوں غلاموں بیماروں سب پر فرض ہیں اور جمعہ

بموجب اقبال انواع محمدی کے ان بچاروں پر فرض نہیں ہے تو جمعہ کو فرض پنج وقتی کی طرح بتانا اپنی تحریر
سے اپنے آپ کو جھٹلانا ہے اور نیز بعد اس کے انواع محمدی والے نے جمعہ کے لئے جماعت شرط
لکھی ہے کما سبق نقلہ فی السوال اور پنج وقتی نمازوں میں جماعت شرط نہیں سنت ہے چنانچہ اسی انواع
محمدی کے صہ۲ سطر ۱۵ میں ہے سب سنتاں تھیں بہت موکد نال جماعت نمازاں پڑھنی بہت
جماعت اتنا بہت ثواب نیازاں ۸ پس جمعہ حسب اقرار لکھوی پنج وقتی نمازوں کی طرح فرض غیر شرط
نہ ہوا فبطل دعوی المدعی بتقریرہ وانہدم بنیان مرامہ بتطہیرہ اب واضح رہے کہ حنفیہ علیہ کے مذہب کی
کتابوں میں جمعہ کے ادا کے لئے چھ۶ شرطیں مسطور ہیں مصر۱ سلطان۲ وقت۳ ظہر خطبہ۴ جماعت۵ اذان۶ عام
مگر اس جگہ ان دو ایک شرطوں کا ذکر مناسب ہے جن کے انکار پر غیر مقلدوں کا اصرار ہے قال
اللہ تبارک وتعالے یا یہا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی
ذکر اللہ وذروا البیع ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون یعنے اے ایمان والو
جب اذان ہو نماز جمعہ کی دن تو دوڑو اللہ کی یاد کو اور چھوڑ دو بیچنا یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو
سمجھ ہے کذا فی موضح القرآن وغیرہ وبگذارید خرید وفروخت را کذا فی فتح الرحمن وغیرہ جب اللہ تعالے
نے وقت ہونے جمعہ کی اذان کے خرید وفروخت کا ترک کر دینا ارشاد فرمایا تو اس سے پایا گیا کہ جمعہ کے
پڑھنے کا حکم وہاں ہے جہاں خرید وفروخت ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ خرید وفروخت شہروں کے
بازاروں میں ہوتی ہے نہ جنگلوں اور گاؤں میں اور رسالہ تبصرہ کے صہ۴۸ میں جو یہ لکھا ہے کہ کبھی ہوتی
ہے خرید وفروخت گاؤں وجنگلوں میں وقت جمع ہونے لوگوں کے انتہا تو جواب اس کا یہ ہے کہ کبھی
شاذ ونادر بوقت اجتماع کے جنگل وغیرہ میں خرید وفروخت کے جاری ہونے سے استدلال میں کچھ بھی
خلل نہیں پڑتا ہے کیونکہ النادر کالمعدوم وللاکثر حکم الکل مشہور ہے تفسیر کبیر میں لکھا ہے ان البیع والشراء
فی الاسواق غالباً یعنی اکثر خرید وفروخت بازاروں میں ہوتی ہے فثبت المدعا باقرار المدعی الغرض اللہ
تعالے نے جب خرید وفروخت کے ترک کو مخصوص کیا اور ایسا نفرمایا کہ وذروا الشغل جس سے ہر کام
کے ترک پر صراحت ہوتی تو اجتہاد کو اس میں عمدہ دخل ہو گیا پھر معمول زمان سعادت نشان نبوت وخلافت

نے اس کو بہت ہی تائید فرمائی جس کا ضروری ذکر یہ ہے کہ موطا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ میں جو محققین کے نزدیک صحیحین کے برابر بلکہ ستہ تالیف میں ان سے اول اور ام الصحیحین شمار کیا گیا ہے لکھا ہے باب لاجمعۃ فی العوالی ومن حضر المدینۃ منھم فلہ الرجوع قبل دخول الوقت جمعہ لازم نیست در عوالی وکسیکہ حاضر شود بمدینہ از اہل عوالی پس میرسد او را باز گشتن بطرف عوالی پیش از انکہ وقت جمعہ داخل شود مالک عن ابن شہاب عن ابی عبید مولی بن ازہر قال شہدت العید مع عثمان بن عفان فجاء فصلے ثم انصرف فخطب وقال انہ قد اجتمع لکم فی یومکم ھذا عیدان فمن احب من اھل العالیۃ ان ینتظر الجمعۃ فلینتظرھا ومن احب ان یرجع فقد اذنت لہ گفت ابو عبید حاضر شدم در روز عید ہمراہ عثمان عفان رضی اللہ عنہ پس آمد بمصلے پس نماز گذارد بعد از ان باز گشت و خطبہ خواند و گفت ہر آئنہ حال انیست کہ جمع شدہ است برائے شما دریں روز دو عید پس ہر کہ خواہد از اہل عالیہ کہ انتظار کند جمعہ را پس باید کہ انتظار کند وہر کہ خواہد کہ رجوع کند پس رخصت دادم او را یہ عبارۃ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے مصفے شرح موطا کی ہے پھر اسی شرح مصفے میں لکھا ہے کہ حضرت عثمان کے اس قول کا ماخذ یعنی دلیل عمل مستمرہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا کہ اہل بدو کو جمعہ کے پڑھنے کی تکلیف نہیں دیتے تھے۔ انتہے من صفحہ ۱۵۳ اور ۱۵۴ مطبوعہ فاروقی دہلی اور نیز شرح عربی موطا موسوم المسوی میں شاہ صاحب لکھتے ہیں اتفقوا علی انہ لاجمعۃ فی العوالی یعنی اتفاق ہے اس پر کہ عوالی میں جمعہ فرض نہیں ہے قاموس میں لکھا ہے کہ عوالی دیہات مدینہ منورہ کا نام ہے اور مجمع البحار میں جو صحاح ستہ وغیرہا حدیث کی کتابوں کی نہایت معتبر شرح ہے لکھا ہے کہ عوالی مدینہ منورہ کے اوپر کی زمینوں کے مکانات اور شرقی مدینہ کے دیہات کا نام ہے۔ جو بہت نزدیک چار میل کے فاصلہ پر تھے اور بہت دور نجد کی طرف کے آٹھ میل کے فاصلہ سے تھے دیکھو صفحہ ۴۲۳ و صفحہ ۴۲۴ مطبوعہ مطبع نول کشوری میں اور امام محمد شاگرد امام اعظم رضی اللہ عنہما اپنے موطا میں جو امام مالک رضی اللہ عنہ کے موطا کا ایک نسخہ ہے لکھتے ہیں وانما رخص عثمان فی الجمعۃ لاھل العالیۃ لانھم لیسوا من اھل المصر وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ یعنی حضرت خلیفہ ثالث رضی اللہ عنہ نے اہل عالیہ کو اس لئے جمعہ سے رخصت دے دی تھی کہ وہ شہر کے باشندے نہ تھے اور یہی قول ہے

ام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا اب اس تحریر سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حنفی اور مالکی مذہب میں بادلیل عمل
حکومت وخلافت دیہات میں جمعہ فرض نہیں شہروں میں فرض ہے۔ رہا یہ کہ رسالہ تبصرہ کے صـ۴۴ کے
حاشیہ میں سید محمود کی تحریر ہے کہ اس رخصت کا سبب اصلی خوف کفار کا تھا۔ انتہے یعنی عید کے روز جو اہل
عوالی کو جمعہ سے رخصت دی گئی تھی تو وہ بسبب خوف کفار کی تھی سو یہ اس شخص یعنی محمود شاہ کی بے سمجھی
ہے جیساکہ تبصرہ کا محشی صـ۴۲ کے اخیر لکھتا ہے کہ خوف کفار کو علت رخصت بیان کرنا ہیچ پوچ ہے۔ کیونکہ
خلفاء راشدین کے زمانہ بلکہ اخیر زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عوالی سے خوف بالکل جاتا رہا تھا
اہل اسلام کا غلبہ ہو گیا تھا۔ انتہا مترجماً۔ فقیر کہتا ہے کہ عیدین کی اقامت تو بالاتفاق دارالامن مدینہ منورہ میں ہوئی
تھی اور زمان سعادت نشان رسالت میں وہاں پر ایسا خوف کفار نہ تھا۔ جس سے نماز فرض چھوڑ دیتے۔ پھر
خلافت راشدہ کے ایام میں ایسے خوف کفار کا بیان کرنا نرا جنون و ہذیان ہے اور نیز صاحب تبصرہ نے
صـ۴۴ میں حدیث ابوداود سے لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عید کی نماز جمعہ کے دن پڑھ کر
جمعہ کی نماز کی رخصت دے دیا کرتے تھے۔ کہ جو چاہے پڑھے انتہے یہ بھی اس کی غلط فہمی ہے۔ کیونکہ
صحیح مسلم اور سنن ابوداود اور جامع ترمذی و سنن دارمی وغیرہا میں بروایت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ واقع ہے
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعہ کی نمازوں میں سورہ سبح اسم ربک الاعلی وہل اتٰک حدیث
الغاشیہ پڑھتے تھے اور بسا اوقات ایک ہی دن میں عید اور جمعہ آجاتے تھے تو آپ یہ دونوں سورتیں دونوں میں
پڑھتے تھے یہ ترجمہ ہے صحیح حدیث کا جس کو ترمذی نے بھی صحیح حسن کہا ہے اور الفاظ حدیث مسلم کے جو
مشکوٰۃ میں درج ہے۔ حاشیہ پر لکھے[1] جاتے ہیں۔ جب صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ عید اور جمعہ دونوں
کی جماعت کرواتے تھے تو لامحالہ صحابہ مقتدی ہوتے تھے اگر عید کے دن جمعہ فرض نہ تھا تو یہ نفل کی جماعت کیسی
تھی آذان اور اقامت سے تین چار مقتدیوں سے زائد نفل کی جماعت شرع میں ثابت نہیں اس لئے
بدعت ہے اور خود تبصرہ کے صـ۱۷۳ میں ہے کہ جماعت نفل کی علی سبیل التداعی یعنی آذان وغیرہ سے مکروہ ہے
کراہت سخت بلکہ حرام ہے انتہے فمن نسبہا الی حضرة النبی الکریم علیہ الصلوٰة والتسلیم فقد ضل ضلالاً مبیناً وکفی باللہ
مختلف علاوہ ازیں دو حدیث ابوداود میں جو جمعہ کی رخصت کا ذکر ہے رسالہ تبصرہ کے محشی کو اس کی صحت

[1] عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی العیدین وفی الجمعة بسبح اسم ربک الاعلی وہل اتاک حدیث الغاشیة قال واذا اجتمع العید والجمعة فی یوم واحد قرأ بہما فی الصلوتین رواہ مسلم کذا فی المشکوٰة ۱۲ منہ

حدیث ترمذی وغیرہ میں لفظ وربما بھی ہے جس کا ترجمہ بسا اوقات متن میں لکھا گیا ہے ۱۲ منہ عفی عنہ

میں شک ہے جیسا کہ ص۱۴۲ کے اخیر تصریح ہے اور نیز صدیق حسن بھوپالی جو وہ بھی نہایت مطیع و مقلد

قاضی شوکانی کا درر بہیہ کی شرح روضہ ندیہ میں اسی حدیث تبصرہ والی دو خلل لکھتا ہے ایک مرسل ہونا دو

بقیہ بن ولید راوی کا سند میں آنا دیکھو ص۶۵ سطر ۱۹) مطبوعہ لکھنؤ میں پس ایسی غیر صحیح حدیث سے جمعہ (فر

عین کو اٹھانا اور صحیح حدیثوں کو پس پشت ڈالنا سخت بے دینی ہے۔ طرفہ تر اور یہ ہے کہ حافظ محمد

انواع محمدی کے باب جمعہ ص۱۲ میں صحیح مسلم کی وہ حدیث جس کا ذکر اوپر آچکا ہے اس کا پہلا فقرہ کہ آپ

صلے اللہ علیہ وسلم جمعہ اور عیدین میں سورہ سبح اسم ربک الاعلیٰ و ہل اتٰک حدیث الغاشیہ پڑھتے تھے انتہے

نقل کیا ہے اور پچھلا فقرہ کہ جب عید اور جمعہ ایک ہی دن میں ہوتے تو وہ دونوں نمازوں میں یہ دونوں سور

پڑھتے تھے انتہے اس کو ذکر نہیں کیا تاکہ ان کے مسئلے رخصت جمعہ کا رد حدیث صحیح سے ثابت ہو

اور ان کے پیشوا قاضی شوکانی وغیرہ اس کے مقلدوں کی ہٹ دہرمی ظہور میں نہ آوے سبحان اللہ یہ ہے

محمدی اس حافظ محمد نے قاضی شوکانی کی تقلید سے بدیں غرض تالیف کی ہے اس کے جمیع مسائل مطابق احادیث

صحیحہ کے ہیں اور یہ انواع بہت ہی صحیح ہے اور دراصل اس کا یہ حال ہے کہ صحیح حدیثوں میں خیانتیں

کیے اور ضعیف حدیثوں کے پیچھے لگ کر قاضی شوکانی کی تقلید میں اوندھے گرے ہیں آگے چل کر فقیر ثابت

کر دکھاوے گا۔ کہ موضوع حدیث بنا کر اسی باب میں ایک اور جھوٹا مسئلہ بیان کیا ہے نعوذ باللہ منہا

فرعاً صحیح اور ثابت یہی ہے کہ عید کے دن بھی جمعہ فرض ہے اور رخصت صرف اہل عوالی وغیرہم معذوروں

دے گئی تھی ہدایہ میں امام محمد علیہ الرحمۃ کی جامع صغیر سے لکھا ہے کہ دونوں عیدیں جب ایک دن میں جمع

تو پہلے سنت ہے اور دوسری فرض اور ایک کا بھی ان میں سے چھوڑنا روا نہیں ہے انتہے مترجماً ردالمحتار

الدر المختار میں علامہ ابن عبدالبر سے لکھا ہے کہ عید کی نماز سے جمعہ کے سقوط کا قائل ہونا متروک اور مہجور قول ہے

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل بادیہ اور جن پر جمعہ فرض نہیں ان کے لیے رخصت کا حکم تھا

یہ ترجمہ ہے عبارۃ ردالمحتار کا پہلے جلد مطبوعہ مصر کے ص۵۵۵ سے رجعنا الی المقصود صحیح بخاری کی شرح عینی

وقسطلانی وغیرہما میں حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب یعنے جمعہ میں مصر کی شرط ہونے کی دلیل یہ حدیث

بھی لکھی ہے لاجمعۃ ولاتشریق الافی مصر جامع امام ابن الہمام نے فتح القدیر میں اور ختم المحدثین والفقہاء مولانا

شرح کبیر منیہ میں اور افضل المتاخرین مولانا زین الدین بن نجیم مصری نے بحرالرائق میں اور نیز برہان شرح مواہب
وغیرہ نے دینی معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ ابن ابی شیبہ نے حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بطور موقوف روایت
کی ہے بدیں الفاظ کہ لا جمعۃ ولا تشریق ولا صلوٰۃ فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینۃ عظیمۃ
صححہ ابن حزم یعنی اس حدیث کو ابن حزم نے محلے شرح موطا میں صحیح کہا اور صحیح بخاری مطبوعہ مطبع احمدی
صفحہ ۱۲۲ کے حاشیہ پر بھی عینی شرح بخاری سے بنقل ابن حزم جو غیر مقلدوں کے نزدیک بڑا معتبر محدث ہے
اس حدیث کا صحیح ہونا درج کیا ہے اور امام عسقلانی شارح صحیح بخاری نے بھی کتاب نصب الرایہ فی تخریج
احادیث الہدایہ میں لکھا ہے۔ وروی عبدالرزاق عن علی رضی اللہ عنہ لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر
جامع واسناد صحیح انتہی اب یہ موقوف حدیث بحکم مرفوع میں ہے کما حققہ الامام ابن الہمام وغیرہ اور تصریح
اس حدیث صحیح بھی ہے صاف دلیل ہے اس پر کہ جنگلوں اور گانوں میں جمعہ فرض نہیں مصر جامع میں جمعہ فرض
ہے اور رسالہ تبصرہ کے صفحہ ۸۶و۸۷ میں جو اس حدیث کے ناقابل حجت ہونے کے باب میں لکھا ہے کہ تمام اسناد اس
کے ضعیف ہیں اسی واسطے نووی نے کہا کہ یہ بالاتفاق ضعیف ہے الخ تو جواب اس کا یہ ہے کہ اس حدیث
کی اسناد کے دو طریق ہیں حجاج کا طریق ضعیف ہے جریر عن منصور منصور کا طریق صحیح ہے نووی کو اگر یہ صحیح طریق
معلوم ہوتا تو ایسا یعنے بالاتفاق ضعیف نہ کہتا جیسا کہ صحیح بخاری مرقومہ بالا کے صفحہ ۱۲۲ کے حاشیہ پر مولانا احمد علی
محدث حافظ لکھنوی نے درج کیا ہے اور بعضے اور کتابوں کے نام جو رسالہ تبصرہ میں بابت بیان ضعف اس
حدیث کے بطور سند لکھی ہیں تو واضح رہے کہ رسالہ تبصرہ میں بہت سے بہتانات ہیں جیسا کہ ایک مرتبہ
محمود شاہ ساکن ڈھینڈا ضلع ہزارہ کو جس نے اپنے نام سے اس رسالہ کو چھپوایا ہے قصور میں اور دوسری دفعہ
مولوی عبدالہادی کو جو وہ اصل مولف اس رسالہ کا کہلاتا ہے راولپنڈی میں بمکان قاضی میر عالم صاحب اکسٹرا
اسسٹنٹ کمشنر راولپنڈی کے مجمع کثیر میں ان غلطیات و بہتانات پر مطلع کر کے لاجواب کیا تھا جس کا شمہ
اشتہارات میں درج ہو چکا ہے اور اس رسالہ میں بھی اپنے موقع پر کئی بہتانات تبصرہ کا ذکر آویگا اور بالفعل
اس کی تکذیب اتنی ہی کافی ہے کہ تبصرہ کے صفحہ ۸۶ میں امام ابن حجر کی تلخیص سے ضعیف ہونا اس حدیث کا نقل
کیا ہے اور فقیر ابھی اوپر نصب الرایہ سے جو کتاب معتبر اور مشہور انہیں امام ابن حجر علیہ الرحمۃ کی ہے صحیح ہونا اسناد

اس حدیث کا نقل کر چکا ہے دیکھو صہ۲ سطر ۱۴ مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی میں جس کے پاس یہ کتاب

لیکر دیکھ لے پھر کب ممکن ہے کہ ایک متبحر محقق عالم ایک ہی حدیث کو صحیح بھی لکھے اور ضعیف

هٰذا الا تناقض وما یصدر الا من الناقصین

اور نیز صہ۸۹ سطر

تبصرہ میں ضعیف بلکہ موضوع ہونا اسی حدیث کا بسند رسالہ تحبہ تالیف عبد الصمد خراسانی ناقلاً عن

اللہ عنہ جو لکھا ہے سو وہ بھی غلط فہمی یا تغلیط عوامی ہے کیونکہ صریح ثابت ہے کہ بہت سے علما کبار

جو عمدۃ الفقہا واسوۃ المحدثین بلکہ بعضے من المجتہدین ہیں اپنی تصانیف میں اس حدیث کو صحیح ثابت

کر امام صاحب کی دلیل لکھ رہے ہیں۔ جیسا کہ اوپر فتح القدیر اور شرح کبیر اور بحر رائق وغیرہ سے نقل

گیا ہے اور یہ کتابیں فقیر کے پاس موجود ہیں۔ جو چاہے دیکھ لے پس ہرگز باور نہیں ہو سکتا ہے کہ

محققین علما حنفیہ کی کتابوں میں امام صاحب کی دلیل بیان کی جاوے اور محدثین بھی اس کو صحیح

تو عبد الصمد خراسانی اس کو بنقل امام صاحب ضعیف و موضوع جو لکھی تو سوائے بہتان عظیم کے

تصور کیا جاوے ایسے واہی تباہی اور فرضی رسالوں کی سند سے مسائل مشہورہ متواترہ کا رد لکھنا

قبیل سے ہے کہ سے چہ دلاور ست دزدیکہ بکف چراغ دارد ؎ علاوہ ازیں اسی تبصرہ کے صہ۸۶ سطر

میں درج ہے کہ صحیح کہا ہے اس حدیث کو ابن حزم نے محلے میں انتہے اور ظاہر ہے کہ ابن حزم ان

کے ائمہ کبار میں سے ہے پھر ایسی حدیث اپنے مقتدا کے تصحیح والی کو ضعیف وغیرہ کہنا جیسا کہ تبصرہ وانواع

میں لکھا ہے سوائے کمال تعصب اور حق پوشی کے اور کیا سمجھا جاوے والبتہ جیسا کہ ہم معتبرات سے اس

کی صحت ثابت کر کے بجنس کتابیں دکھلا دیتے ہیں ویسا ہی مولف تبصرہ حافظ محمد لکھوی کے پاس کوئی

معتبر صنعف اس حدیث کی ہے تو پیش کرے انشاء اللہ تعالے ان کی مستندات سے ہے ان کا رد

جاوے گا وباللہ التوفیق اور یہ جو تبصرہ کے صہ۸۹ میں اس حدیث کو بسبب موقوف اور محتمل ہونے کے

اور ناقابل حجت لکھا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر غیر مقلد حدیث موقوف کو صالح حجت نہ جانیں تو کیا

ہے اور ہم کو ان سے کیا سروکار ہمارے ائمہ مجتہدین دین کے نزدیک تو حدیث موقوف حجت ہے۔ امام

اعظم رضی اللہ عنہ کی سند حصکفی کی شرح میں مولانا قاری امام صاحب کے شاگرد امام زفر علیہ الرحمۃ

کرتے ہیں وعن ابن المبارک قال سمعت زفر یقول نحن لا نا خذ بالرأی ما دام اثر فاذا جاء الاثر

ترکنا الرای عبد اللہ بن مبارک نے کہا کہ سنا امام زفر سے ساکہتے ہیں کہ ہم قیاس پر نہیں چلتے جب تک قول صحابی ہے پس جب حدیث

موقوف مل جاوے ہم قیاس کو چھوڑ دیتے ہیں ۱۲ دیکھو صہ۲۵ مطبوعہ مطبع محمدی لاہور میں اور مسند حصکفی میں بہت سی موقوف

حدیثیں موجود ہیں جن سے امام صاحب نے مسائل اخذ کئے ہیں اسی لئے معتبرات حنفیہ میں تصریح ہے

کہ حدیث موقوف سند ہے اور امام مالک علیہ الرحمۃ کے موطا میں تو بکثرت موقوف حدیثیں موجود ہیں جیسا

کہ مصنف شرح موطا میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تصریح کی ہے دیکھو صہ۱ مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی میں

اور محتمل کو حجت نہ جاننا سخت جہالت ہے قرآن و حدیث میں الفاظ کثیر المعانی جن کو محتملات کہا جاتا ہے بکثرت

موجود ہیں اور مجتہدین دین برابر محتملات قرآن و حدیث سے بقرائن مرجحہ ایک معین معنے مراد رکھ کر مسائل شرعیہ

ثابت کر رہے ہیں جیسا کہ طالب علم اصول شاشی خوان بھی اس پر شاہد ہیں اور فقیر نے فقرہ مشہورہ اذا جاء

الاحتمال بطل الاستدلال کو بہترین وجہ رد کر کے بطامناسب کے ساتھ رسالہ تفریح الجاث فرید کوٹ

میں اس کی تحقیق لکھی ہے من اراد تمام الاطلاع فلیرجع الیہ طرفہ تر اور ہے کہ تبصرہ میں بہت

سی موقوف اور محتملات سے سندیں لی ہیں خود حدیث جو اثنا کی موقوف اور محتمل ہے جو تبصرہ کے صہ۹ و

تفسیر محمدی میں اسے سند لے گئی ہے پس اپنے لئے موقوف اور محتمل کو سند جان لینا اور مجتہدین دین کی

سندوں کو اپنے منہ سے غیر مستند کہہ دینا سوائے اس کے کہ دروغ گورا حافظہ نہ باشد اور کیا متصور ہو علاوہ ازیں

یہ حدیث موقوف مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ علم اصول حدیث میں مقرر ہے کہ جس بات میں اجتہاد اور عقل کو دخل

نہ ہو جب اس کو صحابی یا تابعی نقل کرے تو وہ حکماً مرفوع ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی کہا ہے

اگر دوسری اس فن کی کتابوں پر دسترس نہ ہو تو مشکوۃ کے ترجمہ فارسی کے مقدمہ میں دیکھ لو کہ ایسا ہی لکھا

ہے اور اس میں مطلقاً شک نہیں ہے کہ یہ حدیث مرتضوی بھی اسی قبیل سے ہے کہ جس میں عقل اور اجتہاد

کو دخل نہیں بلکہ واجب ہے کہ اس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سماع پر ہی حمل کریں اس لئے کہ

آیۃ شریف جمعہ کی فرضیت پر علے العموم دلیل ہے پس بعضے مکانوں سے جمعہ کی نفی کر دینی سوا ارشاد

نبوی کے غیر ممکن اور محال ہے کما فی الفتح القدیر صہ۴۵۷ مطبوعہ لکھنو و الشرح الکبیر صہ۵۹۷ مطبوعہ لاہور۔

[illegible] ... اثبات میں یہ بے نظیر کتاب ہے اس لئے اہل اسلام کو اس کا مطالعہ کرنا ضروری ہے [illegible]

وغیرہما اب صحیح حدیث اور دائمی عمل رسالت وخلافت سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ صحت جمعہ کیواسطے مصر شرط

ہے اور پنج وقتی نمازوں کی طرح جمعہ بلا شرط فرض نہیں ہے اور انواع محمدی وغیرہ میں جن حدیثوں سے جمعہ کا

بلا شرط فرض ہونا ثابت کیا ہے ان میں سے پہلی حدیث ابوداود میں تصریح ہے کہ غلام عورت مریض لڑکے

پر جمعہ فرض نہیں ہے پس جیسا کہ اس حدیث سے جمعہ کے واسطے خصوصیات نکل ویسا ہی دوسری حدیث

سے مصر کی تخصیص نکل آئی پس حدیث شریف کے بعضے حکم کو مان لینا اور بعضے کو معاذاللہ جھوٹ وغیرہ

کہہ دینا مسلمان دیندار کا کام نہیں پھر مجتہدین دین نے جن حدیثوں سے جمعہ کی شرائط ثابت کی ہیں ان کو ضعیف

وغیرہ کہنا جیسا کہ قاضی شوکانی وحافظ محمد لکھوی وغیرہما لکھ رہے ہیں سوائے عناد اور تعصب کے کیا سمجھا

جاوے جن کا کمال ایمان ہے ان کا یہ بیان ہے جو کشف الغمہ میں لکھتے ہیں کہ جس حدیث کو کسی امام

مجتہد نے دلیل اپنی قرار دیا ہو ہم اس کی صحت کے قائل ہیں کیا معنے کہ اگر وہ حدیث ان کے نزدیک صحیح

نہ ہوتی تو وہ اس سے استدلال نہ کرتے ہم کو یہی دلیل صحت کی کافی ہے خواہ کوئی محدث اس کو جرح

ہی کرے مطبوعہ مصر کے صہ۹ میں دیکھو پھر یہی عارف شعرانی میزان کبرا کے پہلے جلد میں ارشاد فرماتے

ہیں کہ میں نے چاروں مذہبوں کی خصوص حنفی مذہب کی دلیلوں کو بڑی کوشش وغور سے مطالعہ کیا اور ہدایہ

کی حدیثوں کی تخریج زیلعی وغیرہ کو بھی ملاحظہ کیا تو میں نے امام صاحب اور ان کے شاگردوں کی دلیلوں کو مابین

صحیح حسن ضعیف کثیرالطرق ملحق بصحیح یا حسن کے جنسے سند پکڑی گئی ہے ہی پایا اور اکثر محدثین حدیث ضعیف

کثیرالطرق سے استناد کرتے رہے ہیں اور اس کو ملحق بصحیح وحسن جانتے ہیں یہ ترجمہ ہے عبارت میزان کا

مطبوعہ کے صہ۶۹ سے پھر معہذا جب حدیث مصر کو کئی محقق صحیح کہہ رہے ہیں جیسا کہ اوپر منقول ہو چکا ہے تاہم

ضعیف ناقابل حجت کہے جانا سوائے ہٹ دھرمی وعناد حنفیہ کے کیا تصور کیا جاوے طرفہ تر یہ ہے کہ ان

لوگوں کو اپنے گھر کا کچھ حال معلوم نہیں ہے مرقوم رسالہ تبصرہ کے صہ۹۲ میں جو دو حدیث ایک کشف الغمہ دوسری

دارقطنی کی بدیں مضمون کہ ہر قریہ والوں پر جمعہ واجب ہے جب تین مقتدی اور ایک امام ہو جاوے دلیل لکھی

ہے اس مطلب پر کہ ہر گانووالوں پر جمعہ پڑھنا واجب ہے سو اس کے مولف کی بے سمجھی ہے بہت وجوہ سے

کیونکہ اولاً تو دونوں حدیثوں کا صحیح ہونا کسی معتبر محدث کی سند سے بیان نہیں کیا ہے اور نہ ان کے راوی

سنہ ربیعۃ نمبر تیرہ در ہجری مطبوعہ لکھنؤ کے صہ۲۳ میں دیکھو ۱۲ منہ انواع محمدی مطبوعہ لاہور کے صہ۴۶ کے حاشیہ ان کو دیکھو محمدی کی اسناد مذکور عزلی مطبوعہ لاہور کے صہ۱۶۷ میں دیکھو ۱۲ منہ حنفی عفی عنہ ۱۳۱۲ بیاضی تبصرہ کے صہ۹۶ کے حاشیہ پر ان کے بھی کتابوں سے سند نقل ہے ۱۲ منہ حنفی عفی عنہ

گئے ہیں جن کے حالات سے حدیث کا ضعف وغیرہ معلوم ہو سکے ثانیاً حدیث کشف الغمہ پر خود صاحب کشف الغمہ نے اخذ نہیں کیا ہے کیونکہ تعداد میں اختلاف بیان کر کے اخیر میں جمعہ کے لئے اس قدر جماعت کا ہونا ضروری بیان کیا ہے جس سے جمعہ شعار اسلام معلوم ہو دیکھو مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۷۹ میں جس سے صاحب تبصرہ کی چالاکی ثابت ہوتی ہے ثالثاً حدیث دار قطنی مندرجہ تبصرہ کے اخیر میں علامہ عسقلانی کتاب نصب الرایہ میں لکھتے ہیں واسنادہ واہ جدًّا یعنی اسناد اس حدیث کی نہایت ضعیف ہے پھر اس کے حاشیہ پر بسند تلخیص درج ہے کہ اس حدیث کو طبرانی اور ابن عدی نے روایت کر کے ضعیف کہا ہے اور یہ حدیث منقطع بھی ہے دیکھو صفحہ ۱۲۱ نصب الرایہ مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ہیں لکھنو کے صفحہ ۶۳ میں شوکانی سے نقل کیا ہے کہ جو شخص قائل ہے اس کا کہ جمعہ تین مقتدی اور ایک امام وغیرہ تعداد سے منعقد ہوتا ہے تو اس کا یہ دعوے قرآن و حدیث کے ایک حرف سے بھی ثابت نہیں ہو سکتا ہے بلکہ یہ دعوے باطل اور جھوٹی حکایتوں اور بناوٹی باتوں کی طرح شریعت مطہر کے بالکل برخلاف ہے یہ ترجمہ ہے حاصل عبارت شوکانی کا اور اصل کتاب بھی موجود ہے جو چاہے دیکھ لے پس جن کی سندیں خود ان کے مقتداؤں کی شہادت سے جھوٹے ہوں تو ان کے رسالوں اور مسئلوں کا کیا اعتبار ہے اور قاضی شوکانی اور اس کے مقلد مثل سید صدیق حسن بھوپالی و حافظ محمد لکھوی کے بھی بہت سے مسائل اصول و فروع میں اہل سنت کے برخلاف ہو کر قرآن و حدیث کو پس پشت ڈال گئے ہیں جیسا کہ سقوط نماز جمعہ عید کے دن کا حال اوپر لکھا گیا ہے کہ اس میں قرآن مجید و صحیح حدیث کے مخالف ہو کر فرض قطعی کو ترک کرتے اور کراتے ہیں اور جمعہ کے ایک امام اور صرف ایک مقتدی سے منعقد ہونے کے قائل ہیں دیکھو روضہ ندیہ شرح درر بہیہ کے صفحہ ۶۳ انواع محمدی کے صفحہ ۹ میں حالانکہ یہ بات بھی قرآن و حدیث کے سراسر مخالف ہے کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ فرمایا ہے جس سے عربی کلام کے واقف پر بخوبی روشن ہے کہ ایک امام ذکر کرنے والے کے سوا جمع کا مقدار ہو تب جمعہ منعقد ہو سکے اور ادنے درجہ جمع کا تین آدمی ہیں اس لئے امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک امام اور تین مقتدی سے بھی جمعہ شہروں میں منعقد ہو جاتا ہے۔

کما ف الفتح والشرح الکبیر وغیرھما اور شوکانی جو ایسے مسائل کو کہتا ہے کہ قرآن وحدیث کے
ایک حرف سے بھی ثابت نہیں ہیں جیساکہ اوپر منقول ہو چکا ہے یہ اس کی دریدہ دہانی اور حق سبحانہ و
تعالٰے کے مقبولوں کے حق میں دراز لسانی ہے واللہ عزیز ذو انتقام اور کسی حدیث صحیح یا ضعیف
میں دیکھا نہیں گیا ہے کہ ایک امام اور ایک مقتدی سے جمعہ ہو جاتا ہے بلکہ جمعہ تو جامع جماعات ہے
اس کے بارہ میں ایسا قائل ہونا نرا جنون ہے اور صریح قرآن وحدیث کی مخالفت ہے فویل لہ
ولاتباعہ ان لم یتوبوا پھر ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ رسالہ تبصرہ کے ابتدا میں جو دو
ورقہ مطبوعہ بنام عقیدہ محمودیہ سید محمود شاہ نے چھپاں کیا ہے اس کے ص۳ میں حدیث پر عمل کرنے
کی یہ شرط بھی لکھی ہے کہ کسی امام نے ائمہ اربعہ میں سے اس پر عمل کیا ہو انتہٰی ملخصاً اور دو نو حدیثیں کیا بہت
احادیث رسالہ تبصرہ میں ایسی ہیں جن پر چاروں اماموں سے کسی ایک نے بھی عمل نہیں کیا ہے اور
تبصرہ کا مولف ان پر خود بھی عمل کرتا اور سب کو کہتا ہے وما ھذا الا جنون ایسے قرینوں سے
ثابت ہے کہ رسالہ تبصرہ میاں محمود شاہ کی تالیف نہیں ہے اور حافظ عبد الہادی کا وہ دعوے
اشتہار درست ہے کہ محمود شاہ نے جھوٹ موٹ اس کو اپنے نام پر چھپوا لیا ہے اور نیز رسالہ تبصرہ
کی عبارت اگرچہ خام ہے مگر سید مشار الیہ کو اس قدر عبارت بنانے کا بھی ملکہ نہیں جیساکہ اس کے ملاقاتی
یقین کرتے ہیں کہ بہت ہی کم علم ہے رہا جواثا میں جمعہ پڑھنے کا ذکر جس میں حافظ محمد لکھوی مولف الواح
محمدی وتفسیر محمدی اور مولف تبصرہ نے سخت بناوٹیں کیں اور کمال ہٹ دھرمی پر کمر باندھی مگر تاہم کچھ
بھی نہ بن پڑا کیونکہ اول تو حدیث جواثا موقوف یعنے صحابی کا قول ہے جو غیر مقلدین کے نزدیک قابل حجت
نہیں ہے علے الخصوص رسالہ تبصرہ کے مولف کے متن وحاشیہ پر اس کی تصریح موجود ہے پس ایسی دلیل سے جو
خود اپنے نزدیک ہی غیر معتبر ہو اثبات مطلب کرنا دیگراں را نصیحت وخود را فضیحت اس کا نام ہے۔ دوم
حافظ محمد کا یہ قول سے نہ شرط جو حضرت پڑھیا جمعہ جواثا اندر ہُو محض افترا اور بہتان ہے کیونکہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم تو جواثا میں تشریف ہی نہیں لے گئے آپ کا جمعہ پڑھنا جواثا میں کیونکر ثابت ہوا اور
حدیث بخاری جس میں جواثا کا ذکر ہے یہ ہے۔ عن ابن عباس قال اول جمعۃ جمعت بعد جمعۃ فی

مسجد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی مسجد عبد القیس بجواثیٰ من البحرین دیکھو صـ۲۲ مطبوعہ

محمدی میں اس میں بھی آپ کے جواثا میں جمعہ پڑھنے کا مسجد عبد القیس جواثا بحرین ہوا ۱۲ نام و نشان نہیں ہے

پھر اسی حافظ محمد کے استاد مولوی احمد علی صاحب مرحوم نے صحیح بخاری کے حاشیہ پر شرح عینی سے

لکھا ہے کہ اس حدیث سے یہ نہیں پایا جاتا کہ آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم جواثا میں جمعہ کے قائم کرنے

پر مطلع ہوئے تھے اور اس کو قائم رکھا تھا صـ۱۲۲ کے حاشیہ پر دیکھو اور اگر اس حاشیہ سے تسلی نہ ہو کہ حنفیوں

کی کتاب کا حوالہ ہے تو اصل کتاب قسطلانی شرح صحیح بخاری مطبوعہ کانپوری کے دوسری جلد کے صـ۳۹

میں دیکھو کہ ایک محدث شافعی المذہب لکھتا ہے کہ حنفیہ اس حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اول

تو جواثا گاؤں تھا اور بصورت تسلیم حدیث میں اس پر دلالت نہیں ہے کہ آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ

وسلم جواثا میں جمعہ پڑھنے پر مطلع ہوئے تھے اور اس کی تقریر فرمائی تھی پھر اس کے جواب میں شارح

قسطلانی لکھتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ عبد القیس نے آپ کے امر سے ہی جمعہ ادا کیا ہوگا کیونکہ صحابہ امور

شرعیہ میں خصوص ایام وحی میں استبداد نہیں کرتے تھے یہ ترجمہ ہے خلاصہ کلام قسطلانی کا جس سے صریح

ظاہر ہے کہ سرور عالم صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے جواثا میں بذات خود جمعہ ادا نہیں فرمایا اور آپ کی اطلاع

میں بھی احتمال ہے اور رسالہ تبصرہ کے صـ۹۶ سطر ۴ میں اقرار ہے کہ آنحضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم کو اس

جمعہ کی اطلاع ہو گئی ہوگی پس بالاتفاق آپ کا جمعہ پڑھنا جواثا میں ثابت نہیں اور اس کی اطلاع میں

اختلاف ہے تو حافظ محمد کا یہ دعویٰ کہ آپ نے جواثا میں جمعہ پڑھا ہے اور نیز تفسیر محمدی سورہ جمعہ میں

یوں لکھنا کہ حضرت صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے مدینہ کی مسجد میں جمعہ پڑھ کر پھر اگلا جمعہ عبد القیس جواثا میں

ادا کیا دیکھو صـ۱۳۲ سطر ۱۰ مطبوعہ لاہور میں سو یہ اس حافظ محمد نے محدث و مفسر کا رسول اکرم صلے

اللّٰہ علیہ وسلم پر کذب اور جھوٹ باندھنا ہے علاوہ یہ ہے کہ عارف شعرانی جن کی میزان سے یہی حافظ

صاحب انواع محمدی کے صـ۸ میں سند لے کر ان کو بنام امام شعرانی لکھتا ہے اسی میزان شعرانی میں فرماتے

ہیں کہ جواثا میں جمعہ اول قائم ہوا تھا وہ بعد الردۃ تھا دیکھو صـ۲۲۳ سطر ۱۰ مطبوعہ مصر میں پھر یہی عارف شعرانی

اپنی کتاب کشف الغمہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما کی حدیث میں جو جمعہ جواثا میں قائم

ہونا درج ہے یہ پہلا جمعہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوا تھا بوقت مسلمان ہونے لوگوں
کے بعد الردۃ انتھے مترجما اور اصل عبارت حاشیہ پر درج ہے فقیر کہتا ہے کہ تاریخ الخلفا میں درج
ہے کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے سنہ ۱۲ ہجری میں علاء بن حضرمی کو افسر بنا کر ایک لشکر
بحرین کی طرف بھیجا تھا کہ وہاں پر کچھ لوگ مرتد ہو گئے تھے پس لشکر اسلام نے جواثا میں ان سے
محاربہ کیا اور فتحیاب ہوئے یہ ترجمہ ہے عبارت تاریخ الخلفا کا صفحہ ۲۷ مطبوعہ مطبع سرکاری لاہور سے
اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی ازالۃ الخفا میں رقم طراز ہیں کہ بنی عبد القیس اور ایک جماعت لوگ
بحرین کے پکے مسلمان تھے بنو بکر نے منذر بن ساوی سے مل کر پہلی خلافت میں ان مسلمانوں پر
حملہ کیا تو ان کی التجا سے حضرت امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بسر کردگی علاء بن حضرمی
کے لشکر اسلام بنو بکر کے محاربہ کو بھیجا راستہ میں افسر کی کرامت سے رفع تشنگی کے واسطے پانی
ظاہر ہوا آخر مرتدوں پر شبخون کیا اور عظیم فتح حاصل ہوئی دیکھو صفحہ ۲۹ مطبوعہ مطبع بریلی میں اب اس
روایت کے رو سے یہ پہلا جمعہ جواثا کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے انتقال شریف سے قریب
دو سال بعد قائم ہوا تو حافظ محمد کا پہلے سے زیادہ بہتان اور کذب باندھنا آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم پر ظاہر ہوا اور آپ پر جھوٹ باندھنے کی سزا متواتر حدیث صحیح میں یوں وارد ہے۔ عن
علی رضی اللہ عنہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کذب علی فلیتبوأ مقعدہ من النار رواہ
البخاری آپ نے فرمایا جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ اپنا مکان دوزخ میں مقرر کرے۔
اس حدیث کے نیچے عینی اور قسطلانی صحیح بخاری کی شرحوں میں لکھا ہے کہ یہ حکم عام ہے ہر قسم کے جھوٹ
میں یعنی جو شخص کوئی حکم وغیرہ اپنی طرف سے بنا کر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرے
تو وہ اس وعید دخول دوزخ میں داخل ہے دیکھو قسطلانی مطبوعہ نولکشوری کے صفحہ ۱۴۶ میں مجمع البحار شرح
صحاح ستہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ بعضوں کے نزدیک یہ جھوٹ بنانا کفر ہے امام الحرمین نے اپنے والد ابی محمد
جوینی سے یہ قول نقل کیا ہے اور جمہور کے نزدیک کبیرہ گناہ ہے الحاصل سخت افسوس ہے حافظ محمد پر کہ
نے اپنے خیال سے فق[illegible]ی کے مسائل کو مخالف حدیث یہ رسالہ انواع محمدی بنایا اور اس میں

...صحیح حدیث درج کرکے اور امام اعظم صاحب کی دلیل صحیح حدیث کو ضعیف وغیرہ کہہ کے دیہاتیوں

...کو برباد کر رہا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون   اور زیادہ تر افسوس ہے ان دیہاتیوں پر

...بزرگوں کے راستے سے منحرف ہو کر ایسے رسالوں پر علدرآمد کرنے لگ گئے اور ان لوگوں کے اس

...دھوکے میں آگئے کہ ہمارے بزرگوں اور دوسرے علماء کو علم حدیث نہ تھا ہم محدث حدیث والے ہیں

...اور یہ خبر نہیں کہ ان کو حدیث اور اس کے ساس بھی نہیں ہے محقق پنجابی کے رسالہ بنا کر اور چھپوا کر

...بیرحق التصنیف بیچ کر روپیہ پیسہ کمانا مدنظر ہے ضعف الطالب والمطلوب سوم تبصرہ کے ص۹۵ میں

...حدیث بجواثا کو بدین الفاظ نقل کیا ہے وعن ابن عباس قال ان اول جمعۃ جمعت فی الاسلام

بعد جمعۃ جمعت فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ لجمعۃ جمعت فی جواثا قریۃ

من قری البحرین قال عثمان قریۃ من قری عبد القیس رواہ ابوداؤد والبخاری انتہی مراسیر بخت خیانت رزی کی

ہے کہ سنن ابوداؤد کی حدیث کے الفاظ نقل کرکے اسی کو صحیح بخاری کی روایت بھی بنا دیا ہے حالانکہ

ابوداؤد اور بخاری کی روایت میں بہت سا تفاوت ہے چنانچہ صحیح بخاری میں قریہ من قری البحرین

ہرگز نہیں اور اس کے راویوں میں عثمان بھی راوی نہیں ہے جس نے قریہ من قرے عبد القیس کا فقرہ

حدیث میں درج کیا ہے اوپر جو الفاظ روایت بخاری کے منقول ہوئے ہیں ان کو اس حدیث کے الفاظ سے

مقابلہ کرنے سے حال ظاہر ہو جاتا ہے پس تبصرہ کے مؤلف نے مسلمانوں خصوصاً دیہاتیوں کو دھوکہ دینے

کی نیت سے ابوداؤد کی روایت کو بخاری کی طرف منسوب کرکے تغلیط کی کہ صحیح بخاری کی حدیث سے

گاؤں میں جمعہ پڑھنا واجب ثابت ہوتا ہے تاکہ دیہاتی بھی جمعہ ہی پڑھ لیں اور ظہر ان کے ذمہ واجب الادا

رہے حالانکہ یہ سب بہتان بندی ہے جیسا کہ ۱۳۲۰ء میں محمود شاہ نے قصور میں کئی اہل علم کے روبرو تسلیم کر

لیا تھا کہ یہ واقعی غلطی ہے اور ۱۳۲۲ء میں فقیر سے حافظ عبد الباری نے راولپنڈی میں اس رسالہ تبصرہ

بابت جو گفتگو کی تھی تو اس کی طرف سے قاضی میر عالم اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر راولپنڈی نے

اول بہت سی تاویلات پیش کرکے اس جھوٹی نسبت کو سچا کرنا چاہا تھا جن کو فقیر نے بالمشافہ بعض فضلا اور

کئی عائد راولپنڈی کے باطل کرکے ان کی پیش کردہ حدیث جمعہ مندرجہ مشکوٰۃ سے ہے دکھلا دیا تھا کہ درصورت

[illegible] تقریر کر دیا علمائے محدثین کا دستور ہے کس پر قاضی صاحب نے باب وفد

[illegible]

عبدالقیس صحیح بخاری سے یہی حدیث جواثا نکال کر لفظ جواثا کے مابعد یعنی قریہ کا جملہ پڑھ دیا اور اہل
طرف والوں کا دل خوش کیا اس کے جواب میں فقیر نے ان کے ہاتھ سے صحیح بخاری لے کر سب
کو دکھلا دیا کہ یعنے قریہ نیچے حاشیہ میں لکھا ہے متن حدیث میں داخل نہیں تب وہ بولے کہ یہ نسخہ ہے
ہم نے کہا کہ کسی شرح سے بالاتفاق اس کا نسخہ ہونا بھی ثابت کیجئے جس پر وہ خاموش ہو کر باقی غلطیات
تبصرہ دیکھنے لگ گئے تھے جس سے حاضرین کو ثابت ہوا تھا کہ ضرور غلط ہے اور اگر ہم مان لیں کہ یعنی قریہ
صحیح بخاری میں ہے تاہم قریہ من قری البحرین قال عثمان قریہ من قرے عبدالقیس کی عبارت کو مع دوسری
حدیثوں کے بخاری کی طرف منسوب کرنا بہتان نہیں تو اور کیا ہے علاوہ ازیں جب غیر مقلدین صحابہ
کے اقوال کو سند نہیں جانتے جیسا کہ تبصرہ سے اوپر منقول ہو چکا ہے تو ہم کو کب لازم ہے کہ کسی
راوی کی تفسیر کو جو اس نے جواثا یعنے قریہ کہہ دیا ہوگا مان لیں اور پھر قریہ سے گانوں کا مراد ہونا بھی
غیر ثابت ہے جیسا کہ عنقریب اس کی تحقیق آتی ہے چہارم اسی ص۹۵ تبصرہ میں جواثا کا فی الاصل
گانو یا چھوٹا شہر ہونا مجمع البحار و غیاث اللغات و صراح وغیرہ کی سند سے جو لکھا ہے وہ بھی نرا افترا ہے
کیونکہ مجمع البحار و صراح و صحاح میں لکھا ہے کہ جواثا قلعہ ہے بحرین سے اور قاموس میں ہے کہ جواثا
شہر خط کا ہے یا قلعہ ہے بحرین میں اور غیاث اللغات میں تو لفظ جواثا مذکور ہی نہیں ہے چنانچہ
قصور میں محمود شاہ اس پر لاجواب ہوا تھا اور راولپنڈی میں حافظ عبدالہادی نے یہ تاویل کی تھی کہ
یہ قریہ کا حال لکھا ہے جس پر قاضی صاحب نے بھی کہا تھا کہ یہ ایسی عبارت ہے کہ دونوں احتمال ہو
سکتے ہیں تب فقیر نے جواب دیا کہ اس موقع پر بحث اور تحقیق جواثا کی ہو رہی ہے اور سب ماقبل
مابعد کے ضمائر اس کی طرف راجع ہیں یہاں پر برخلاف منطوق کلام کے ضمیر جواثا سے قریہ دلوں کا
اہل علم کا مضحکہ بنتا ہے جس پر قاضی میر عالم صاحب بھی خاموش رہے تھے اور اس عذر کو بدتر از گناہ سمجھ
گئے تھے الغرض ایسے جھوٹے رسائل و مسائل سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے والوں سے قادر ذوالجلال ہی منتقم
کافی ہے جبکہ لغت کی کتابوں سے ثابت ہے کہ جواثا شہر ہے یا قلعہ تو صاحب تبصرہ کا یہ قول ص۹۶ میں کہ

اثاکو شہر سے تعبیر کرنی خلاف اصل واقعہ ہے انتھے اور نیز حافظ محمد کا انواع محمدی کے حاشیہ ص۱۰

میں اور تفسیر محمدی کے ص۳۲ میں جواثاکو بستی اور پنڈ لکھنا محض جھوٹ اور مخالف تصریح کتب معتبر لغت

کے ہے علاوہ اوپر کی تصریحات کے جن سے ثابت ہے کہ جواثا شہر ہے یا قلعہ امام ابن الہمام

فتح القدیر میں لبسند صحاح جوہری جواثاکو قلعہ لکھ کر افادہ فرماتے ہیں کہ اس پر شہر کی تعریف صادق آ

تی ہے کیونکہ قلعہ حاکم اور عالم سے خالی نہیں ہوتا ہے پھر مبسوط سے یہ نقل کر کے کہ جواثا شہر ہے۔ بحرین

میں اس پر لکھتے ہیں کیوں نہ ہو کہ قلعہ فصیلوں پر مشتمل ہوتا ہے لہذا ایسے شہر میں حاکم وغیرہ بھی ہوتے ہیں

انتھے مترجماً اور صحیح بخاری کے حاشیہ پر اسی جواثا کی تحقیق میں شیخ ابی الحسن اور ابو عبید بکری سے

نقل کیا ہے کہ جواثا شہر ہے اور زمخشری کے بلدان سے لکھا ہے کہ جواثا حصن ہے۔ بحرین میں تو ان سب

اور علماء کی تصریحات سے ثابت ہوا کہ جواثا قریہ بمعنے گاؤں کے نہیں ہے پھر ہم اگر تسلیم کر لیں کہ جواثا قریہ

ہے جیسا کہ بعض روایات میں آیا ہے اور صحیح بخاری کے حاشیہ پر بھی درج ہے تاہم انواع محمدی والی

اور تبصرہ کی دلیل نہیں بن سکتی ہے۔ لہذا اس سے جمعہ کی فرضیت دیہات میں ثابت نہیں ہوتی ہے اس لئے

کہ قریہ کا لفظ قرآن مجید میں شہروں پر ہی بولا گیا ہے قولہ تعالے واضرب لهم مثلا اصحب القرية

باتفاق مفسرین مراد اس قریہ سے انطاکیہ ہے پھر آیہ لولا نزل هذا القران على رجل من القريتين عظيم میں دونوں

قریوں سے دو شہر مکہ وطائف مراد ہیں اور من قريتك التي اخرجتك میں بھی مکہ معظمہ مراد ہے اور بہت

سی دینی کتابوں میں مثل فتح القدیر و شرح کبیر وغیرہا کے تصریح ہے کہ صدر اول کے زمانے میں قریہ کا اطلاق

شہروں پر ہی تھا فقیر کہتا ہے کہ شاہد اس کا قاموس بھی ہے۔ جس میں قریہ کے معنے مصر جامع کے لکھے ہیں

دیکھو مطبوعہ نولکشوری کے ص۹۶۶ سطر میں اب اس تحقیق سے بخوب تریں وجوہ متحقق ہو گیا کہ جمعہ مصر جامع میں ہی

فرض ہے فحصل المقصود وظهر الحق بعون الملك الودود فالحمد لله المحمود رہا یہ جو حافظ

محمد نے انواع محمدی میں لکھا ہے سے بھی وچ مدینے یاراں پڑھیا ہجرت پہلی پیغمبرؐ اور نیز رسالہ تبصرہ

کے ص۹۳ میں ابن سیرین کی روایت سے لکھا ہے کہ اہل مدینہ نے ہجرت سے پہلے مدینہ میں جمعہ ادا کیا

تھا جس کو عبد الرزاق وغیرہ سے روایت کیا ہے پھر اسے ثابت کیا ہے کہ جمعہ کے لئے شہر شرط نہیں اس کے

جواب میں فقیر کہتا ہے بیسیوں دینی کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ جمعہ پڑھنا اسعد بن زرارہ کا مدینہ منورہ میں قبل از فرضیت
جمعہ کے تھا چنانچہ فتح الباری شرح صحیح بخاری اور فتح القدیر اور شرح مشکوٰۃ و مدارج النبوۃ وغیرہ میں اس پر تصریح
موجود ہے اور کسی دوسری کتاب کی سند کی کیا حاجت ہے جب تفسیر محمدی سورہ جمعہ میں حافظ محمد خود لکھتا
ہے کہ یہ واقعہ جمعہ کی فرضیت سے پہلے کا ہے دیکھو ص۱۷۱۶ مطبوعہ مطبع محمدی لاہور میں پس جو کام بعضے صحابہ نے
قبل از فرضیت صرف اپنے اجتہاد اور فکر سے ہو تو اس کو سند مان کر حکم شرعی کا موجب ماننا اور علمائے اعلام اقوال
و عمل مستمرہ صحابہ کیا خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کو ناقابل حجت جاننا اور اس میں نادیدانستہ بعیدہ سے پیش
آنا سخت تناقض میں پڑنا اور اپنے تعصب یا نادانی کا اثبات کرنا ہے پھر اگر ہم تسلیم کر لیں کہ یہ امامت
جمعہ قبل از ہجرت جمعہ کی فرضیت سے پیچھے ہوا تھا تاہم حنفی مذہب سے کچھ مخالفت نہیں رکھتا ہے کیونکہ
حرہ بنی بیاضہ میں اس جمعہ کا قائم ہونا فنائے مصر میں تھا تو یہ حدیث مرتضوی سے معارض نہ رہا اور وہ حدیث
سالم عن المعارضہ رہی کما صرح بہ الامام ابن الہمام وغیرہ من العلماء العظام دیکھو فتح القدیر مطبوعہ لکھنؤ کے ص
و شرح کبیر مطبوعہ لاہور کے ص۵۹۹ میں سیاہیہ شیہ تبصرہ والیکا جو ص۹۲ میں وسوسہ انداز ہے کہ حرہ بنی بیاضہ واقع
بقیع کو فنائے مدینہ کہا جاوے کیونکہ اس وقت مدینہ منورہ بموجب اصطلاح فقہا کے مصر نہ تھا اس لئے کہ اہل
کتاب حدود شرعیہ قائم نہیں کرتے تھے۔ اور نہ حدود شرعیہ ابھی تک قرآن میں نازل ہوئی تھیں اور نہ اس
جگہ کوئی مسجد تھی۔ اور نہ آدمی بہت تھے کیونکہ چالیس تھے یا بارہ انتہے مختصراً سو اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو
ثابت ہے کہ یہ واقعہ قبل از فرضیت جمعہ کے تھا پس وجود شرائط کا بعد از فرضیت ضروری اور لازمی ہے ثانیاً حسب
بیان علماء سیر کے مدینہ منورہ کا مصر ہونا متحقق ہے اس علم کی عربی کتابوں پر اگر دسترس نہ ہو تو مدارج النبوت
وغیرہ میں دیکھو کہ لکھتے ہیں گیارہویں سال نبوت کے موسم حج میں اہل مدینہ قبیلہ خزرج سے ایک گروہ سرور
عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ کے وعظ سے ایمان لائے ان مسلمانوں نے مدینہ میں
جاکر آپ کا ذکر خیر سب سے [illegible] موسم آئندہ میں پھر بہت سے آدمی مشرف باسلام ہوئے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے حسب التجا ان کے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو واسطے تعلیم احکام شرعیہ کے ان کے
ہمراہ دیا چنانچہ وہ مدینہ منورہ میں دعوت اسلام اور اشاعت احکام و اقامت جماعت میں مصروف رہے اور

بہت سے لوگ مسلمان ہوئے اور اسی بارہویں سال میں اس جمعہ کے پڑھنے کا اتفاق ہوا یہ ترجمہ ہے۔ خلاصہ عبارت
مدارج وغیرہ کا جیسے ظاہر ہے کہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نائب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مدینہ مطہرہ
میں انشائے شرائع واحکام کر رہے تھے اور دو سال سے جو مسلمان نمازیں پڑھ رہے تھے تو مسجد کا ہونا بھی چاہیئے
ضروری ہوا جیسا کہ دینی کتابوں میں خصوص غیر مقلدوں کی معتبرات سے پایا جاتا ہے کہ جس سال میں مسجد
تھی دیکھو ص۲۷۵ الکشف الغمہ مطبوعہ مصر و تفسیر محمدی جلد سورہ جمعہ مطبوعہ لاہور کے ص۱۲۷ کی پہلی سطر میں اور حدود
شرعیہ ابھی تک قرآن مجید میں نازل ہی نہیں ہوئے تھے ان کے قائم کرنے کی کیا ضرورت تھی پس مدینہ منورہ
کا مصر ہونا اور جمعہ ہی بباعث واقعہ بقیع کا جو دیوار بدیوار مدینہ طیبہ کے ہے فنائے مصر ہونا بخوبی ثابت ہوا واللہ
یحق الحق ولو کرہ المنکرون اور صاحب تبصرہ نے جو اس عبارت میں چالیس یا بارہ آدمی بطور تشکیک لکھی ہیں یہ
اس کی دہوکہ دہی ہے کیونکہ اس واقعہ میں چالیس ہی آدمی تھے جیسا کہ ابوداؤد وغیرہ کی روایت میں وارد ہے
اور اس حدیث کے نیچے امام عسقلانی کتاب نقب الرایہ میں لکھتے ہیں ورجالہ ثقات ص۱۳۱ مطبوعہ دہلی
اب رہیں وہ روایات جو ص۹۶ و ص۹۷ تبصرہ میں بدیں مضمون ہیں کہ جہاں ہو جمعہ پڑھو تو جو حاشیہ پر بجنسہٖ
منقول ہوتے ہیں اور جواب ان کا یہ ہے کہ وہ روایتیں یا تو قول الصحابی کا ہے یا اہل مصر و اہل میاہ کے قول و
معمول جو غیر مقلدین کے نزدیک عموماً اور مولف تبصرہ کے نزدیک خصوصاً غیر معتبر اور ناقابل حجت ہیں
جیسا کہ ص۹۵ تبصرہ میں منقول ہے اور اوپر بھی مذکور ہو چکا ہے کہ حدیث موقوف ان کے نزدیک حجت
نہیں ہوتی پھر چہ جائیکہ اقوال اہل میاہ اور نیز ص۹۹ تبصرہ کے قابل حجت و سند نہ نکلیں والحمد للہ تعالےٰ
سخت افسوس ہے ان لوگوں کے دشمن حیا ہونے پر کہ جو دلائل خود ان کے نزدیک غیر حجت ہوں ان
سے حنفی مذہب کو رد کرنے پر مستعد ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ خود ان کی تضحیک ہو رہی ہے اور کیوں نہ
ہو سے چراغی را کہ ایزد برفروزد ⁂ ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد ⁂ دوم بیہقی کی روایت جس میں
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے لکھا ہے کہ جمعہ پڑھو جہاں کہیں تم ہو انتہے اور اس کے حاشیہ پر
سید محمود شاہ لکھتے ہیں کہ یہ عبارت ازالۃ الخفا کے ص۱۴۲ میں ہے انتہے سو نقیر نے کتاب ازالۃ الخفا کے

حضرت خلیفہ دوم رضی اللہ عنہ نے ایسا لکھا ہے تو اس سے یہ ثابت کرنا کہ خلفاء راشدین جنگلوں میں راستوں میں وادیوں میں جمعہ پڑھا کرتے تھے جیسا کہ تبصرہ والے کا خام خیال ہے محض نادرست ہے کیونکہ علامہ شعرانی کی میزان کبری میں جسے تبصرہ میں بھی نقلیں لی گئی ہیں، انہیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اپنے بعضے نائبوں کی طرف لکھا تھا کہ سب مسلمان اپنی اپنی مسجدوں میں جماعت سے پنجوقتی نماز قائم کیا کریں اور جمعہ کے دن سب مل کر ایک امام کے پیچھے جمعہ پڑھیں دیکھو ص۲۲۹ سطر ۱۶ و ۱۷ میزان کبری مطبوعہ مصر میں جسے اہل علم کے نزدیک ثابت ہو رہا ہے کہ جمعہ مصر و سلطان کے ساتھ ہی ہونا چاہئے نہ کہ چھوٹے گاؤں یا جنگل میں جمعہ قائم ہو کہ یہ کسی کا بھی اہل حق سے مذہب نہیں ہے جیسا کہ عنقریب مذکور ہونا ہے سوم ان روایات پر کسی نے بھی چاروں اماموں میں سے عمل نہیں کیا ہے۔ کیونکہ جنگل وغیرہ میں جمعہ کا قائل کوئی بھی نہیں ہے کما فی الفتح القدیر و شرح الکبیر و غیرھما پس یہ روایات بموجب منطوق عقیدہ محمودیہ مصنفہ ابتداء رسالہ تبصرہ کے بھی لائق عمل و اعتبار کے نہ رہیں، چنانچہ اوپر بھی منقول ہو چکا ہے کہ سید محمود شاہ نے حدیث پر عمل کرنے کی یہ شرط بھی لکھی ہے کہ کسی نے ائمہ اربعہ میں سے اس حدیث پر عمل کیا ہو یعنی تب عمل کے لائق ہوتی ہے دیکھو ص۱۰ عقیدہ محمودیہ میں۔ رہا یہ دعوی مؤلف تبصرہ کا جو ص۹ و ۱۰ میں کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین و تبع تابعین گاؤں جنگلوں راستوں کسبیوں میں جمعہ پڑھتے تھے دن بارہویں ربیع اول کی قبا میں بنی عمرو بن عوف کے پاس اترے تھے پھر جمعہ کے روز وہاں سے مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے تو بنی سالم بن عوف کی وادی میں جمعہ کا وقت ہو گیا، وہاں پر آپ نے جمعہ پڑھایا اور خطبہ پڑھا انتھے ملخصاً سو یہ بھی بالکل باطل اور بلا دلیل ہے کیونکہ اس واقعہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جنگل یا راستہ یا گاؤں میں جمعہ پڑھنے کا ثبوت کرنا غلط فہمی یا تغلیط عوام ہے کیونکہ وہ جگہ جہاں آپ نے جمعہ پڑھا تھا مدینہ منورہ کے بہت قریب ہے اور اب وہ مسجد مسجد فتح اور مسجد جمعہ کے نام سے مشہور ہے جیسا کہ کتب سیر میں بھی مسطور ہے بلکہ مدارج النبوۃ سے مستفاد ہے کہ وہ جگہ گویا مدینہ منورہ کا دروازہ تھا جہاں سے بعد الجمعہ آپ نے سوار ہو کر مدینہ طیبہ کے اندر تشریف لے جانے کا ارادہ فرمایا دیکھو ص۷۱ جلد ۲ مطبوعہ نولکشوری میں اور شرح سفر السعادۃ

ابت ہوا کہ وہ پہلا جمعہ بعد الغزوۃ بنو فشار مصر یعنے مدینہ منورہ کے قریب پڑھا گیا اس کو جنگل یا وادی بار استہ میں
ور سمجھنا بالکل بے سمجھی ہے اللہ تعالے کی عنایت سے انواع محمدی و تبصرہ وغیرہما کے نقض دلائل سے بقدر
ہایت فراغت حاصل کر کے اس کی تائید میں مدونین معتبرات سے نقل کر کے طالب حق کی تسلی کلی کی جاتی ہے امام
بن الہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں کہ آیت جمعہ کی باجماع مطلق یعنی عام نہیں کیونکہ بالاتفاق جنگلوں میں جمعہ روا
ہیں ہے اور صحابہ کبار نے بوقت حاصل ہونے فتوح اور فتح بلاد کے منبر اور جمعہ شہروں میں ہی قائم کئے تھے
ر دیہات میں اگر دیہات میں جمعہ قائم کئے ہوتے تو کسی نہ کسی سے روایت آتی ص۲۵۷ یعنی کوئی صحیح روایت
س باب میں نہیں ہے موطا امام مالک رحمۃ اللہ تعالے کے شرح مصفے میں محدث دہلوی شاہ ولی اللہ لکھتے
یں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمان سعادت نشان میں جنگل میں جمعہ نہ تھا آپ کے ساتھ بہت سے
ہل بلکہ عرفہ میں موجود تھے آپ نے ان کو جمعہ کے لیے نہ فرمایا آپ اور اہل مدینہ اگر مسافر تھے تو اہل مکہ کو سفر
ا عذر نہ تھا ان کو جنگل میں ہونے کا عذر تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روایت کہ اہل بادیہ کو جمعہ کے وقت
سے پہلے اذان دے دیا تھا کیونکہ دائمی معمول مسلمانوں کا یہی تھا کہ بدو و بربر و اہل خیام میں جمعہ فرض نہیں ہے
دیکھو ص۱۵۲ مطبوعہ دہلی میں اور حجۃ البالغہ میں (جس کی سند میں تبصرہ والے نے بھی لی ہیں) لکھا ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین اور ائمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم اجمعین شہروں میں ہی جمعہ قائم کیا کرتے تھے
ور بادیہ نشینوں کو تکلیف نہیں دیا کرتے تھے بلکہ ان کے عہد میں بدو میں جمعہ ہوتا ہی نہیں تھا دیکھو ص۲۲۵ مطبوعہ
دہلی میں اور عبارت شعرانی کی میزان کبرے کے ص۲۲۳ میں لکھا ہے کہ ہم کو نہیں پہنچا صوبہ سے کہ انہوں نے
جنگلوں یا سفر میں جمعہ قائم کیا ہو اتھے اب ان معتبر روایات سے سمجھدار مسلمانوں کو یقین حاصل ہو گیا ہے کہ
صحابہ و تابعین و تبع تابعین تینوں خیریت والے زمانوں میں جنگلوں راستوں میں جمعہ نہ تھا اور محض جھوٹ نکلا
وے صاحب رسالہ تبصرہ کا اللہ تعالے گمراہی کو سیدھے راستہ پر لاوے اور مسلمانوں کو ایسی بد صحبتوں سے بچاوے
مین یا رب العلمین موفق حقیقی جلت شانہ کی توفیق اور تائید سے بقدر کفایت شرط مصر کے بیان صواب
ور منکرین کے رد جواب سے فراغت پا کر کچھ ضروری ذکر شرط سلطان کا بھی لکھا جاتا ہے ہرچند مصر کے ضمن

تصانیف میں شرط سلطان کو علیحدہ بھی بیان کیا ہے اس لئے یہ ذکر بھی مختصر طور پر تعلیق کرنا مناسب ہوا
اس کے متعلقات بھی بعد ازاں مذکور ہوں۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان اس میں شک نہیں
جمعہ جامع جماعات ہے اور مشروعیت اس کی اسی صحیح غرض سے ہوئی ہے کہ ہفتہ میں ایک مبارک دن سارے
شہر کے آدمی ملکر عبادت الہی اور شکرانہ نعمائے کبریائی بجا لائیں اور ظاہر ہے کہ اس جمعیت کثیر میں سارے
مسلمانوں کا مقتدا بننا بہت بڑی عزت و شرافت ہے ہر شخص جس کی ہمت ریاست پر مائل ہے وہ اس
تقدم کا از تہ دل طالب ہے پس اگر ایسا حاکم (جس کی اطاعت کا سب کو اعتقاد ہو اور اس کی مخالفت میں
تشدید میں مبتلا ہونے کا اندیشہ لاحق ہو یا وہ شخص جو ایسے حاکم کی طرف سے مامور ہو) جو جمعہ میں امام نہ ہو تو
تنازعہ کے وقوع بلکہ جدال و قتال تک نوبت پہنچنے کی توقع ہے اور ماسوا اس کے اور قسم کے تنازعات
قائم ہو جانے کی ہجوم خلقت میں قوی امید ہے پھر اس قسم کے فتنہ و فساد برپا ہونے سے جمعہ کا معطل ہو جانا بھی
متوقع ہے تو بنظر تتمیم و تکمیل امر اقامت جمعہ کے ضرورت ہوئی کہ خود حاکم یا اس کا ماذون و مامور جمعہ کی جماعت
امام ہو کما فی الفتح والشرح الکبیر والبرہان شرح مواہب الرحمان والبحر الرائق شرح کنز الدقائق
اور تینوں خیریت والے زمانہ میں ایسا ہی معمول رہا ہے چنانچہ سیر کی کتابوں سے روشن ہے اور یہ مشہور ہے کہ
حضرت ذی النورین رضی اللہ تعالےٰ عنہ جب خوارج کے محاصرے میں تھے تو حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے
جمعہ کرا دیا تھا چنانچہ تبصرہ والے و انوار محمدی والے نے اس واقعہ کو شرط سلطان کی نفی پر دلیل قرار دیا ہے۔
اس کا جواب ہمارے علمائے کرام نے یہ بیان کیا ہے یہ ایک خاص واقعہ تھا جس کا اذن اور غیر اذن سے
محل ہے پس یہ کسی فریق کی دلیل نہیں بن سکتا ہے قالہ الامام ابن الہمام وغیرہ فقیر کہتا ہے اگر مان لیں کہ
حضرت مرتضےٰ نے خلیفہ سوم سے رضی اللہ عنہما اذن نہیں لیا تھا اور خود بخود جمعہ کرا دیا تھا تاہم یہ ایک خاص
حالت اشد ضرورت کی ہے اس کو عموماً شرط سلطان کے انتفا پہ دلیل بنانا بے سمجھی یا اپنی سخن کی پاسداری
معہذا حضرت مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ، وہ شخص تھے جو بارشاد خلیفہ دوم خلافت شوریٰ میں داخل تھے اور منجملہ
حل و عقد جو اس جمعہ میں موجود تھے ان کے امام مقرر کرنے سے آپ اسی ضرورت کے وقت ہی امیر المومنین بھی ہو
گئے جس سے شرط سلطان پائی گئی پھر بعد واقعہ شہادت خلیفہ سوم کے تو آپ کا برحق خلیفہ ہو جانا متفق ہی ہے

ں جمعہ کو جمعہ بلا سلطان تصور کرنا غور کرنے والے سے غیر مستور ہے اور ایسی ضرورت کے وقت کا ہی
ہ ہے جو شاذ ہے عالمگیریہ میں بنقل تہذیب لکھا ہے کہ اگر امام سے اذن لینا متعذر ہو تو روا ہے کہ لوگ
شخص کو امام بنا کر اسے جمعہ ادا کریں انتہے مترجماً اور ردالمحتار میں بھی ایسی ضرورت کے وقت ایک شخص
ام بنا کر جمعہ پڑھ لینا روا لکھا ہے دیکھو مطبوعہ مصر کے صـ۵۹۶ و ۵۹۳ میں پس تبصرہ کے صـ۱۸ میں جو روایت
ے عالمگیریہ کو اس بات کی سند لکھا ہے کہ مشائخ نے اذن سلطان کی شرط سے رجوع کیا ہے غلط فہمی یا تغلیط
ں ہے اور کیوں نہ ہو جب اس شرط سلطان کے لیئے نقلی دلیل بھی موجود ہے اور وہ حدیث ہے ابن ماجہ و
و طبرانی کی جو علیحدہ طرق سے مروی ہے جس میں ارشاد ہے من ترکہا فی حیاتی او بعد مماتی ولہ امام
ل او جائر استخفافا بہا او جحودا لہا فلا جمع اللہ شملہ ولا بارک لہ فی امرہ الحدیث
ہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے باوجود ہونے پادشاہ عادل یا ظالم کے ترک جمعہ کو مقرون بوعید فرمایا
ابت ہوا کہ اقامت جمعہ کے لیے سلطان یا مامور من السلطان شرط ہے کہ بدون موجودگی اس کے ترک جمعہ
وعید نہیں ہے جیسا کہ اسی حدیث سے امام ابن الہمام نے جو مجتہد العصر اور علامۃ الدہر تھے جمعہ کے لئے
لطان یا مامور من السلطان کا ہونا شرط بیان کیا ہے پھر بعد ازاں افادہ فرماتے ہیں کہ بیشک آیت جمعہ مخصوص
ان ہے اور نیز اس سے کئی چیزیں مخصوص ہیں چنانچہ غلام مسافر ہیں ایک اور ظنی دلیل سے یہ تخصیص
ور من السلطان والی بھی جائز ہوئی قالہ فی الفتح وحکی عن کثیر من المعتبرات اور تبصرہ کے صـ۲۲
صـ۱۱ میں جو ظنی دلیل سے قطعی دلیل کی تخصیص کو منع لکھا ہے تو اس کا جواب وہی کافی ہے جو اس کے
ی نے صـ۲۲ میں تحریر کیا ہے کہ عام قطعی کو حدیث احاد ظنی سے تخصیص کر لینی جمیع محدثین و صحابہ کلہم اجمعین
مذہب ہے انتہے مترجماً طرفہ تر یہ ہے کہ اسی رسالہ تبصرہ کے صـ۳۵ و ۲۶ میں دارقطنی بیہقی طبرانی کی حدیث
دلیل سے آیۃ جمعہ کی تخصیص کر کے مریض مسافر عورت غلام کو فرضیت جمعہ سے مستثنا کیا ہے اور اس
حنفی مذہب کے معاند ہو کر یہ مثل اپنے لئے راست کر لی ہے کہ دروغگو را حافظہ نباشد۔ رہا یہ جو
صرہ والے نے صـ۲۳ میں اس حدیث ابن ماجہ کو سفر السعادت میں جہاں روایت علی ابن زید کو ضعیف کہا
اسی جگہ شیخ محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت میں تصریح کی کہ ابن ماجہ نے دوسری روایت میں جابر

بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے دیکھو صفحہ ۲۶۲ مطبوعہ کلکتہ میں جس سے پایا جاتا ہے کہ وہ دوسری روایت سے

ضعیف نہیں الغرض اگر کوئی راوی ضعیف بھی ہو تو اوپر منقول ہو چکا ہے کہ کثرت طرق سے ضعیف

حدیث بھی محدثین کے نزدیک ملحق بصحیح یا حسن قابل سند کے ہو جاتی ہے۔ کما نقلہ فی المیزان الشعرانی

صفحہ ۴۳ مطبوعہ مصر اور ہدایہ کے بعضے شروح سے ہی منقول ہے کہ یہ حدیث مختلف طرق سے مروی

ہے۔ پس اس کو کثرت طرق سے قوت حاصل ہو گئی اور قابل سند و حجت کے قرار پائی اور نیز جب

اکابر علماء حنفیہ خصوص بعضے مجتہدین نے اس کو تلقی بقبول کر کے سند بنایا اور معمول سلف بھی اس کے

مطابق رہا اور عقلی دلیل مرقومہ بالا بھی اس کی موافق ہے تو اب یہ دلیل کافی منصور ہوئی متعصبوں کا انکار

کس شمار میں ہے شیخ محقق محمد عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں امام بن الہمام کی کلام نقل کر کے

بعدہ لکھتے ہیں وحاصل سخن آنست کہ اعتماد بہ تصحیح و تنقید ائمہ مجتہدین و اکابر سلف ست وچوں ایشان

حدیثی را تلقی بقبول کردہ عمل بداں نمودہ انکار و اعتراض برایشان تقلید علماء محدثین کہ مشہود اند جائز نباشد

صفحہ ۱۸۱ مطبوعہ کلکتہ میں دیکھو اور میزان شعرانی میں ہے کہ جمعہ کی امامت امام اعظم کا وظیفہ ہے صفحہ ۲۲۳

پھر صفحہ ۲۲۹ میں ہے وقد کتب لا امام عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ الی بعض عمالہ انہوا

الجماعۃ فی مساجدکم فاذا کان یوم الجمعۃ فاجتمعوا کلکم خلف امام واحد انتہی ترجمہ

اس کا اوپر مرقوم ہو چکا ہے اور شرح کبیر منیہ میں لکھا ہے۔ وعلی ھذا کان السلف من الصحابۃ و

من بعدھم صفحہ ۵۰۱ مطبوعہ لاہور اب ثابت ہوا کہ حدیث سلطان بہت سی وجوہ سے سند ہے اور

خصوص تبصرہ کے صفحہ ۱۲۶ میں بھی اسی حدیث سے استناد کی ہے معہذا تبصرہ کے صفحہ ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵

میں اس حدیث کی تضعیف میں نامہ سیاہ کرنا سوائے تعصب اور تناقض درزی کے کیا مقصود ہو حالانکہ

ہم اوپر ثابت کر چکے کہ صاحب تبصرہ کے بہت سے حوالے جھوٹے ہیں اور آئندہ بھی اس کا ثبوت

آوے گا۔ پھر جب تک وہ بجنس کتب معتبرہ پیش نہ کرے اس کی تحریر کا کچھ اعتبار نہیں اور فقیر جن کتابوں

سے حوالے لکھ رہا ہے سب موجود ہیں جس کا جی چاہے تصحیح نقل کر لے۔ الغرض حدیث ابن ماجہ وغیرہ کے

لئے اور بھی شواہد ہیں جیسا کہ امام ابن الہمام فتح القدیر میں اور علامہ حلبی شرح کبیر میں اور طحطاوی حاشیہ

مراقی الفلاح میں لکھتے ہیں کہ امام حسن بصری نے فرمایا کہ چار کام سلطان کے متعلق ہیں جس میں سے جمعہ اور عیدین کو ذکر کیا ہے انتہٰی مترجماً شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حجۃ البالغہ میں لکھتے ہیں قول علی کرم اللہ وجہہ اربع الی الامام اس کو سید صدیق حسن بھوپالی نے شوکانی کی درر بہیہ کی شرح روضہ ندیہ میں بھی نقل کیا ہے دیکھو ص ۶۲ مطبوعہ لکھنو ہیں پھر ان روایات کو جو صاحب تبصرہ ص ۱۱۰ میں بدلی وجہ ضعیف بتاتا ہے کہ یہ قول تابعی کا ہے مثل حسن بصری وعبداللہ بن محریز وابن عبدالعزیز وعطاء ومسلم دیسار کے اور قابل حجت نہیں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ نہیں ہے انتہٰی تو اس کی کم علمی اور تعصب ہے کیونکہ تابعین کا ہی قول نہیں بلکہ حضرت مرتضےٰ رضی اللہ عنہ خاتم الخلفا سے تابعین نے روایت کی ہے کما مر نقلہ آنفا اور حدیث موقوف ہمارے اماماں دین کے نزدیک سند وحجت ہے جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے غیر مقلدوں کا اس کو ناقابل سند بتانا خارج البحث ہے حدیث مرفوع بھی جب ان کے زعم کے برخلاف ہو. تو اس کو کب مانتے ہیں اپنے عندیہ میں اس کو بھی غیر صالح للحجۃ جانتے ہیں جس پر حدیث سلطان میں تکلم کرنا شاہد ہے الحاصل علامہ ابو المکارم شرح مختصر وقایہ میں بعد ذکر کرنے شرائط جمعہ کے لکھتے ہیں کہ شرط مصر وسلطان وغیرہما آیت جمعہ سے ہی عبارۃً اشارۃً واقتضاءً ودلالۃً ثابت ہیں جیساکہ کافی میں مذکور ہے جس سے حقیقت حال دریافت کرنی ہو وہ کافی میں دیکھے انتہٰی مترجماً اب ان منقولات صدر سے دینداروں کو یقین کامل ہو گیا ہے کہ سراسر باطل ہے قول قاضی شوکانی کا جو شرائط جمعہ مبینہ ائمہ مجتہدین دین کو غیر ثابت قرآن وحدیث لکھتا ہے اور اس سے زیادہ تر جھوٹ ہے دعا حافظ محمد لکھوی کا جو ان شرائط کی نفی کر کے ضعیف البنا کہتا ہے اور سب سے سخت تر بہتان ہیں مؤلف تبصرہ کے جو ان شرائط کو وضعی حدیثوں اور بناوٹی قولوں سے ثابت کہہ کر ظالم امیروں اور نصیبوں ومعتزلیوں کا ایجاد بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ امام وعلمائے راسخین ان کے قائل نہیں اور یہ بھی نہیں کہ اگر یہ شرائط نہ ہوں تو جمعہ قائم نہ کیا

جاوے چنانچہ ص٦ و ١٢ و ١٣ تبصرہ میں درج ہے فقیر کہتا ہے کہ ہرچند اوپر ثابت ہونا شرط مصر و سلطان کا جس سے غیر مقلدوں کو سخت انکار ہے ادلہ شرعیہ سے بخوبی متحقق ہوگیا اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ظاہر مذہب اور خود امام مالک رضی اللہ عنہ کی کتاب سے منقول ہوچکا ہے کہ ان اماموں کے نزدیک یہ شرطیں صحت جمعہ کے لیئے ہیں اور باتفاق جمیع ائمہ دین کے عوالی و جنگل و وادیوں میں جمعہ فرض نہیں ہے اور وہی بیانات ماسبق واسطے رد وہابیہ و رد وغنہ ندیہ و تفسیر محمدی و انواع محمدی و تبصرۃ الجمعہ کے کافی ہیں مگر بنا بر مزید توضیح و زیادت تصریح اگر اس جگہ پھر دو تین منقول معقول تحریر کرکے منکرین کی تبکیت کی جاوے تو داخل ثواب بے حساب ہوگا محی السنہ جو مشہور و معتبر محدث ہیں تفسیر معالم التنزیل میں سورہ جمعہ کے موقع پر لکھتے ہیں کہ امام شافعی و احمد حنبل رحمہما اللہ تعالے کے مذہب میں جمعہ اس گانو میں واجب ہے جہاں چالیس مرد عاقل بالغ مقیم ہوں اور بلا حاجت کہیں نہ جاویں اور یہی قول ہے اسحاق اور عبید اللہ بن عبد اللہ اور عمر بن عبد العزیز کا چالیس مردوں کے ساتھ حاکم کا ہونا بھی شرط کرتے ہیں اور امام شافعی رضی اللہ تعالے عنہ کے نزدیک حاکم شرط نہیں اور حضرت مرتضے رضی اللہ عنہ سے روایت ہے لاجمعۃ الا فی مصر امام ابوحنیفہ اور اصحاب رائے کا بھی قول ہے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تین آدمیوں میں جب ایک حاکم ہو تو جمعہ ہوتا ہے یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر امام بغوی کا پھر اخیر سورہ جمعہ کے لکھتے ہیں کہ جمعہ کے ادا کے لیئے پانچ شرطیں ہیں۔ وقت ظہر عدد امام خطبہ اقامت پھر ان شرطوں سے اگر کوئی شرط مفقود ہو تو جمعہ کی جگہ ظہر ادا کریں۔ انتہے بقدر الحاجہ مترجماً صحیح بخاری کی شرح قسطلانی مطبوعہ نولکشوری کے ص١٢٥ و ١٤٠ جلد ٢ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے اور عارف شعرانی میزان کبری میں لکھتے ہیں کہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ امام مالک و امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ نے جمعہ میں جو مسجد و بازار و بیوت و بادشاہ شرط قرار دی ہے تو بحکم دلیل شرعی کے ہے جو ان کے نزدیک ثابت ہوئی ہے ص٢٢٣ پھر

۲۲۹ میں درج ہے کہ جمعہ کے دن ظہر نہ پڑھیں مگر جب جمعہ کی شرطیں موجود نہ ہوں انتہے
بقدر الحاجۃ مترجماً امام محمد علیہ الرحمۃ کی جامع صغیر سے صاحب ہدایہ نقل کرتے ہیں کہ جمعہ
صحیح نہیں ہے مگر مصر جامع یا فناء مصر میں اور دیہات میں جمعہ روا نہیں انتہے چونکہ ظاہر مذہب
امام صاحب کا یہی ہے اسی لئے جمیع متون و شروح و فتاوےہا فقہ حنفیہ میں یوں ہی درج ہے
رد المختار میں شرح منیہ سے لکھا ہے کہ دیہاتیوں کے لئے جمعہ کا دن ایسا ہے جیسے اور
دن ان پر نماز جمعہ واجب نہیں اور مجتبیٰ کی نقل سے معراج میں لکھا ہے جن پر بسبب بعد
مصر کے جمعہ واجب نہیں وہ ظہر کی نماز جماعت سے ادا کریں ص۵۹ مطبوعہ مصر میں
دیکھو پھر اسی رد المختار کے ص۱۰۵ میں ہے کہ جمعہ بدون شرط کے نقل ہے انتہے مترجماً
در مختار میں لکھا ہے کہ عید کی نماز دیہات میں مکروہ تحریمہ ہے صاحب رد المختار علیہ کی
سند سے اس کے نیچے لکھتے ہیں کہ جمعہ بھی مثل عید کے ہے ص۵۵ اور جمیع متون و شروح فتا
وےہا فقہ میں سلطان یا ماذون عن السلطان کا ہونا بھی شرط صحت جمعہ درج ہے مترجم کبیر عینی میں
لکھتے ہیں کہ ہمارے نزدیک دیہات میں جمعہ نہیں اور یہی مذہب ہے علی مرتضےٰ و حذیفہ
و عطاء و حسن بن ابی الحسن و مجاہد و ابن سیرین و سفیان و سحنون وغیرہم رضی اللہ عنہم کا اور جابر
بن ثابت فرماتے ہیں کہ جمعہ نہیں ہوتا مگر امیر سے اور یہی قول ہے اوزاعی کا اور ابن منذر کہتے
ہیں کہ سنت یوں ہی جاری ہے کہ جمعہ سلطان یا مامور عن السلطان سے ہی قائم ہوتا ہے پس
اگر سلطان یا مامور سلطان نہ ہو تو ظہر کی نماز پڑھیں انتہے مترجماً ص۱۰۲ مطبوعہ لاہور و فتاوے عالمگیر
یہ جس کو چالیس سے زائد علمائے کبار نے تالیف کیا ہے اس میں بسند فتاوے قاضی خاں
مرحوم ہے کہ جن پر جمعہ واجب نہیں دیہاتیوں اور مدینوں سے تو وہ لوگ جمعہ کے دن بھی
ظہر کی نماز اذان و جماعت سے ادا کریں اور محیط سرخسی سے لکھا ہے کہ بادشاہ یا اس کے
نائب کے امر کے سوا اقامت جمعہ کے روا نہیں ص۱۲۵ و ۱۳۵ و ۱۴۴ جلد اول مطبوعہ دہلی میں
دیکھو حضرات مقلدین و ائمہ مجتہدین سے تو ادیہ شرائط جمعہ کا ثبوت تحریر ہو چکا ہے اب لکھتے

غیر مقلدین کی شہادت میں ثبت ہوتی ہے مولوی صدیق حسن بھوپالی روضہ ندیہ شرح درر بہیہ
(جس پر انواع محمدی کی بنیاد ہے اور صاحب تبصرہ بھی اس کی تالیفات سے سند دین لیتا ہے۔
جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا ہے) لکھتا ہے کہ سب کے اتفاق سے عوالی میں جمعہ واجب نہیں
اور جماعت شرط جمعہ کی ہے اور حاکم اگر موجود ہو تو وہی جمعہ کا امام بنے پھر اختلاف ہے اس میں
کہ حاکم شرط ہے اور کیسا مکان اور کتنے آدمی ہوں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جس گاؤں میں
چالیس مرد آزاد مقیم ہوں ان پر جمعہ واجب ہے اور ایسے چالیس آدمی جمع ہوں تو جمعہ منعقد ہوتا ہے
اور حاکم شرط نہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مصر جامع یا اس کے فنا میں جمعہ واجب
ہے اور چار آدمیوں سے جمعہ منعقد ہو جاتا ہے اور حاکم شرط ہے اور امام مالک کہتے ہیں۔ جب
کسی گاؤں میں ایک جماعت ہو جن کے گھر باہم متصل ہوں اور وہاں بازار اور مسجد جامع بھی ہو تو
ان پر جمعہ واجب ہے یہ ترجمہ ہے عبارت روضہ ندیہ کا ص۱۶ مطبوعہ لکھنؤ سے اب بخوبی
متحقق ہوا کہ امامان دین مجتہدین نے قرآن وحدیث وعمل مستمرہ نبوت وخلافہ سے جمعہ کی
صحت کے لئے شرائط بیان فرمائی ہیں جو ان شرائط کو قرآن وحدیث کے برخلاف وضعیف
البنا وغیر ثابت اور معتزلہ رافضی ظالموں کی مقرر کی ہوئی کہتا ہے وہ سخت کاذب و دشمن اسلام
بلکہ بدخواہ مسلمین وبدگوئے ائمہ دین مجتہدین ہے وکفی باللہ العزیز منتقما منعم حقیقی جل جلالہ
کے احسان سے پہلے امر کا ثبوت، مع ما یتعلقہا بقدر کفایت مبرہن ہو چکا ہے اب دوسرے امر
کا اثبات، یعنے ظہر بعد الجمعہ ادا کرنے کی تحقیق مرقوم ہوتی ہے ومن ہما لکون نطلب العون
اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک، جمعہ کی فرضیت، میں مصر جامع شرط
ہے صدہا حنفی مذہب، کی کتابوں سے علاوہ مالکی شافعی حنبلی مذہب، کی کتابوں میں بھی اس کا
ذکر موجود ہے چنانچہ بطور مشت نمونہ خروار کے منقول ہو چکا ہے پھر امام صاحب سے رجو
بحکم قرآن وحدیث، واجماع مومنین مطاع مسلمین ومقتدائے ائمہ مجتہدین سے ہیں۔ کما بین فی
موضعہ یعنے مصر کے یوں مروی ہوئی ہیں کہ مصر وہ شہر ہے جس میں کوچے اور بازاریں ہوں۔

دیہات بھی اس کے متعلق ہوں اور اس میں حاکم بھی ہو جو مظلوم کی داد رسی کر سکے اور عالم
بھی مرجع خلائق اس میں رہے اور اگر قاضی ہی افتاء اجراء حدود شرعیہ کر سکے تو دوسرے حاکم کی
حاجت نہیں کما فی فتح القدیر وھکذا فی ردالمحتار ناقلا عن تصحیح القدوری وشرح الملتقی
پھر صاحب ردالمحتار نے شیخ اسمعیل سے لکھا ہے کہ مراد حاکم سے وہ امیر ہے جو رعایا کا نگہبان
اور مفسدین کا مانع اور احکام شرع کا مقوی ہو یہ ترجمہ ہے عبارت ردالمحتار
کا ص۲۶۵ مطبوعہ مصر اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں ایسا ہی لکھا ہے اور صاحب ہدایہ نے
بھی اسی تعریف مصر سے کوچوں اور دیہات کا لفظ ترک کر کے نقل کیا ہے بدیں وجہ کہ حاکم
جو تنفیذ احکام و اجراء حدود شرعیہ پر قادر ہو وہ غالباً ایسے ہی شہر میں رہتا ہے قالہ فی الشرح
الکبیر و ردالمختار علی الدرالمختار وغیرھما اور اکثر متون و شروح و فتاویٰ فقہ حنفی میں
یہی تعریف مصر کی منقول ہے اور امام شیخ الاسلام برہان الدین مرغینانی مولف ہدایہ اور
امام فخر الاسلام فخر الدین قاضی خاں صاحب فتاوے قاضی خاں اور امام ابن الہمام کمال الدین
مولف فتح القدیر شرح ہدایہ نے خود تینوں مجتہدین اس تعریف مصر کو ظاہر مذہب کہا ہے اور ایسا
ہی بحرالرائق وابوالمکارم شرح مختصر الوقایہ و درمختار شرح تنویر الابصار و ردالمحتار علے الدرالمختار
وغیرہا بہت سی معتبرات میں اس کو ظاہر مذہب لکھا ہے اور صاحب شرح کبیر وغیرہ نے اس کو
صحیح اور فتح القدیر و بدائع و بحرالرائق میں اس کو اصح کہا ہے اور فتاوے عالمگیریہ میں بنقل فتاوے
ظہیریہ اسی تعریف کو ظاہر مذہب لکھ کر اختیار کیا ہے اور لبسند خلاصہ و فتاوے تاتارخانیہ
اس کو وعلیہ الاعتماد لکھا ہے الغرض مذہب حنفی میں یہ بہت معتبر اور پکی تعریف ہے۔
جس پر حنفی مذہب کا مدار اور صاحب ہدایہ نے جو بعد اس تعریف ظاہر مذہب کے
ایک اور تعریف مصر کی یہ درج کی ہے کہ مصر وہ شہر ہے جس کی اکبر مساجد میں نمازیوں کی
گنجائش نہ ہو تو اس وجہ سے کہ صاحب ہدایہ نے اس پہلی تعریف مصر کو ظاہر مذہب لکھا ہے۔ یہ
دوسری تعریف خلاف ظاہر مذہب یعنے ضعیف ٹھہری اس لئے صاحب فتح القدیر نے

اس کو اخذ ہی نہیں کیا ہے اور اس پہلی تعریف ظاہر مذہب کو امام اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول لکھ کر اسی پر مسائل متفرع کئے ہیں مگر اس پچھلی تعریف کو کئی علماء متاخرین نے اختیار کیا ہے چنانچہ متن وقایہ و مختار و تنویر الابصار میں بھی تعریف درج ہے اور در مختار میں ہے کہ اکثر فقہا نے اس پر فتوے دیا ہے فقیر کہتا ہے کہ اس پہلے تعریف پر بھی مجتہدین وغیرہم سے الفاظ فتوے منقول ہوئے ہیں کما مر نقلہ جس سے فتوے میں اختلاف واقع ہوا تو اس حالت میں بھی ترجیح ظاہر مذہب کو ہی رہی جیساکہ صاحب رد المحتار بحرالرائق سے نقل فرماتے ہیں الفتوی اذا اختلف کان الترجیح لظاہر الروایۃ وفیہ من باب باب الصوف اذا التصحیح وجب الفحص عن ظاہر الروایۃ والرجوع الیہا ص ۲۹ مطبوعہ مصر کے پہلے جلد میں دیکھو پس بخوبی ثابت ہوا کہ اس پہلی تعریف پر ہی مدار ہے اور اس کا اعتبار ہے رہا یہ جو صاحب در مختار نے وجہ اختیار کرنے اس پچھلی تعریف کی یہ لکھی ہے کہ اجراء احکام شرح خصوص اقامت حدود میں سستی واقع ہو گئی ہے ان کے متن جیسا اور ابتدا میں صاحب شرح وقایہ نے بھی عذر بیان کیا ہے یعنے بموجب پہلی تعریف ظاہر مذہب کے بہت شہروں میں جمعہ کی فرضیت اٹھ جاوے گی لیکن علامہ ختم الفقہاء والمحدثین ابراہیم حلبی مولف ملتقی الابحر نے جو ایک متن متین مقبول العرب والعجم ہے متون فقہ حنفی سے شرح کبیر حلبیہ میں اس عذر کو ناپسند کر کے سخت تعاقب کیا ہے اور اسی پہلی تعریف ظاہر مذہب کو صحیح کہا ہے جیساکہ ان کی عبارت کا ترجمہ مرقوم ہوتا ہے فرماتے ہیں کہ ہر چند مصر کی تعریف میں فقہا کے بہت قول ہیں مگر قول فیصل یہ ہے کہ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ دونو مصر ہیں جن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمان سعادت نشان سے آج تک جمعہ قائم ہوتا چلا آتا ہے پس جو شہر کہ ان دونوں میں سے ایک کی مانند ہوں وہ مصر ہے اور جو تفسیر مصر کی ان دونوں میں سے کسی ایک پر صادق نہ آوے وہ غیر معتبر ہے حتی کہ وہ تعریف مصر کی جو ایک جماعت متاخرین نے مثل صاحب مختار و وقایہ وغیرہ ہمانے اختیار کی تھی کہ مصر

وہ جگہ ہے جس کی اکبر مساجد میں جمعہ پڑھنے والوں کی گنجائش نہ ہو انتہٰی مکہ و مدینہ سے ٹوٹ جاتی ہے کیونکہ حرمین شریفین کی دونوں مسجدیں اہل حرمین کیا بہت سے اور لوگوں کو بھی گنجائش رکھتی ہیں (بلکہ ایام حج میں بھی اس کا خلاف نہیں ہوتا اور سب کی گنجائش ہو جاتی ہے چنانچہ حاجیوں پر ظاہر ہے) اور یہ ثابت نہیں کہ مکہ و مدینہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وصحابہ کے وقت شریف میں فی الحال سے بہت بڑے شہر تھے اور مسجدیں بہت چھوٹی تھیں (یعنے سب لوگ نہیں سماتے تھے بلکہ ظاہر ہے کہ اب وہ دونوں شہر پہلے سے بڑے ہو گئے ہیں) پس یہ تعریف معتبر نہ ہوئی اور بطریق اولے غیر معتبر ہے وہ تعریف کہ مصر وہ جگہ ہے جہاں ہر قسم کا پیشہ ور موجود ہو اور اپنے پیشہ سے اوقات بسر کرے کیونکہ مصر و قسطنطنیہ جو آج کل اعظم امصار اسلام میں ایک ہیں ان سے کوئی ایسا حرفہ ہے جو دوسرے میں نہیں چہ جائے مکہ و مدینہ (یعنے حرمین مختریں ہیں سارے حرفی اور تمام پیشہ ور موجود نہیں ہیں) پس تعریف مصر کی صحیح وہ ہے جو صاحب ہدایہ نے اختیار کی کہ مصر وہ جگہ ہے جہاں امیر و قاضی احکام شرعیہ کے نافذ کرنے والے اور حدود اسلامیہ کے قائم کرنے والے موجود ہوں اور صدر شریعہ نے جو صاحب وقایۃ الروایۃ کے اس تعریف کے ترک کرنے اکبر مساجد والی تعریف مصر کے اختیار کرنے کا یہ عذر بیان کیا ہے کہ شہروں میں احکام شرع خصوص حدود شرعیہ کے قائم کرنے میں سستی ہو رہی ہے سو یہ عذر معقول نہیں اس لئے کہ اقامت حدود سے بالفعل قائم کرنا حدود کا مراد نہیں ہے بلکہ اقامت حدود پر قدرت مراد ہے جیسا کہ تحفہ میں امام اعظم رضی اللہ عنہ سے یوں منقول ہے کہ مصر بڑا شہر ہے جس میں کوچے اور بازار ہوں اور اس کے متعلق دیہات بھی ہوں اور اس میں حاکم بھی ہو جو ظالم سے مظلوم کی داد رسی پر قادر ہو اور اپنے علم یا کسی دوسرے کے علم سے حوادث میں مرجع خلائق ہو اور یہ تعریف بہت صحیح ہے انتہٰی مگر صاحب ہدایہ نے کوچوں اور بازار کا ذکر چھوڑ دیا ہے اس لئے کہ امیر اور قاضی اقامت حدود کے قادر ایسے ہی شہروں میں ہوتے ہیں پس حاصل کلام یہ ہے کہ صحیح تعریف

مصر کی یہی ہے جو صاحب تحفہ نے امام صاحب سے نقل کی ہے کیونکہ مکہ و مدینہ پر اطلاق
آتی ہے جو مصریت میں اصل ہیں یہاں تک ترجمہ ہے عبارت شرح کبیر ص۵۹۸، ۵۹۹ (مطبوعہ
لاہور سے اور محقق دیار مصر یہ علامہ سید ابن عابدین رد المحتار میں لکھتے ہیں کہ صاحب در مختار
نے جو ظاہر مذہب والی تعریف مصر میں لفظ یقدر یعنی اقامت حدود پر قاضی قادر ہو لکھا ہے
تو اس میں صدر الشریعۃ کے عذر کو رد کیا ہے جیسا کہ اوپر شرح کبیر سے معلوم ہو چکا ہے اور
شیخ اسمٰعیل کی شرح میں بنقل دہلوی لکھا ہے کہ جمیع احکام شرعیہ کا بالفعل جاری کرنا مراد نہیں
ہے کیونکہ حجاج ظالم کے زمانہ میں بھی جمعہ قائم کیا جاتا تھا اور ظاہر ہے کہ وہ جمیع احکام جاری نہیں
کرتا تھا بلکہ واللہ اعلم مراد یہی تھی کہ وہ جاری کرنے پر قادر تھا اھ اور حاشیہ ابو سعود میں بنقل رسالہ
نوح آفندی ایسا ہی لکھا ہے یہ ترجمہ ہے عبارت رد المحتار کا جسے بخوبی ثابت ہے کہ شرح کبیر
میں جو صاحب شرح وقایہ پر رد و قدح لکھا ہے وہ بجا ہے اور بہت محقق جیسے مولف در مختار
اس رد و قدح میں شامل ہیں اور تعریف اکبر مساجد والی ضعیف و مخالف ظاہر مذہب کے
ہے پھر صاحب رد المحتار ظاہر مذہب والی تعریف مصر کی تائید میں یوں لکھتے ہیں کہ میں
کہتا ہوں اگر بعضے احکام کے جاری نہ ہونے سے بموجب تعریف ظاہر مذہب کے شہر کی
مصریت میں خلل واقع ہو تو لازم ہے کہ ہمارے زمانہ میں کیا کہئے ہم سے پہلے وقتوں میں
بھی جمعہ کسی شہر میں صحیح نہ ہو پس ثابت ہوا کہ تنفیذ احکام پر قادر ہونا ہی مراد ہے اور نیز اکثر
احکام کے اجرا کی قدرت مراد ہے ورنہ ایسا حاکم جس کو بالا دست حاکم کی طرف سے بعضے
حکموں کے جاری کرنے سے منع ہو اس کو جمعہ قائم کرنا متعذر ہو جاویگا اور چنانکہ ایام فتنہ
میں بعضے شورہ پشتوں کے باہمی فساد یا حاکم پر بلوے کرنے سے یہ لکھا جاوے کہ وہ تنفیذ
احکام پر قادر نہیں کیونکہ دوسری رعایا اور اپنے لشکر میں تو قادر ہے علاوہ ایسا واقعہ ایک عارض
ہے اس کا کچھ اعتبار نہیں (یعنے ایسے وقت میں جمعہ قائم کیا جاوے گا) اور اسی لئے اگر والی
کا انتقال ہو جاوے یا کسی فتنہ کے سبب حاضر نہ ہو اور نہ اس کی طرف سے کوئی شخص حقدار

اقامت جمعہ کا موجود ہو تو ایسی ضرورت کے وقت اہل اسلام کو روا ہے کہ خطیب مقرر
کرکے جمعہ پڑھ لیں جیساکہ ذکر اس کا عنقریب آتا ہے یہ ترجمہ ہے خلاصہ مطلب عبارت ردالمختار
کا ص۳۶ مطبوعہ مصر کے پہلے جلد سے پس ان منقولات معتبرہ سے بخوبی بہتیرے وجوہ متحقق
ہو گیا کہ بموجب تعریف ظاہر مذہب والے مصر کے سب اسلامی شہروں میں جمعہ درست
ہے اور اس ضعیف تعریف کے اختیار کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے اور صاحب شرح
وقایہ کا عذر نادرست ہے اس تحقیق کو یاد رکھو آگے بغور متوجہ ہو کر سنو امام ابن الہمام جو
علوم ظاہر میں مجتہد اور باطنی علوم میں ابدال کی شان رکھتے ہیں جیساکہ معتبرات سے نقل کرکے
فوائد بہیہ فی تراجم الحنفیہ میں مولوی عبدالحی صاحب مرحوم نے لکھا ہے دیکھو مطبوعہ لکھنو کے
ص۱۸۰ کے متن وحاشیہ میں) فتح القدیر میں افادہ فرماتے ہیں کہ بعضے دیہات مصر کے ایسے
ہیں جن میں والی وقاضی ہمیشہ نہیں رہتے بلکہ قاضی ناحیہ جو سارے علاقہ کا قاضی ہوتا ہے گاہے
گاہے ان دیہات میں اکثر مقدمات مرجوعہ منفصل کرکے چلا جاتا ہے اور اس طرح والی کی
بھی آجیانا آمد ورفت رہتی ہے پس ایسی جگہ میں شک پڑ گیا آیا یہ مصر ہے کہ اس کے لئے
حاکم ہے یا مصر نہیں کہ حاکم اس میں رہتا نہیں ہے اور ظاہر یہی ہے کہ والی وقاضی اس
میں رہیں ورنہ کوئی جگہ گانو نہ کہلاوے کیونکہ ہر گانو تحت حکم حاکم کے ہوتا ہے پس ضرور
فرق کیا جاوے گا فیما بین اس گانو کے جہاں حاکم فصل خصومات کے واسطے کبھی بھی
نہیں آتا اور اس کے باشندے ہر مقدمہ میں شہر کی طرف رجوع کرتے ہیں اور دوسرے
وہ گانو جہاں کبھی کبھی حاکم خود آکر انفصال مقدمات کرتا ہے پس جب کوئی ایسی جگہ ہو جس
کے مصریت میں شک پڑ جاوے تو لائق احتیاطاً ہے کہ وہاں پر بعد الجمعہ چار گانی فرض ظہر ادا
کریں بدیں نیت کہ میں نے اس کا وقت پایا اور اس کو ادا نہیں کیا تھا کیونکہ اگر جمعہ فرض نہ
تھا تو یہ ظہر صحیح ہو گئی ورنہ نفل ہو گئے اور ایسا ہی جس شہر میں بہت مسجدوں میں جمعہ پڑھیں
اور اس میں شک ہو کہ ہمارا جمعہ پہلے ہوا ہے یا نہیں تو وہاں پر بھی یہ فرض چار گانی ادا

کرنی چاہیئے اور اصل اس میں یہ ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایک شہر
میں متعدد جگہ جمعہ روا نہیں ہے اور ایسا ہی امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے مروی ہے کہ
ایک شہر کی دو مسجدوں میں جمعہ روا نہیں ہے اور اگر کسی شہر میں بڑی نہر ہے تو دو جگہ
جمعہ روا ہے کہ دونوں طرف شہر کے دو شہر متصور ہوں گے اور اس لئے امام ابو یوسف
علیہ الرحمۃ بغداد کی پل تڑوا دیتے تھے تاکہ دو شہر ہو جاویں اور جس شہر میں نہر فاصل نہ ہو اور دو
جگہ پڑھیں تو جمعہ ان کا ہوا جنہوں نے اول ادا کیا اور اگر سب نے ایک ہی وقت میں
جمعہ پڑھا یا پہلا معلوم نہیں تو دونو جمعے فاسد ہوئے اور یہ بھی مروی ہے کہ بڑے شہر میں
دو جگہ جمعہ روا ہے نہ تین جگہ اور امام محمد نے امام صاحب سے روایت کی ہے کہ
ایک شہر میں بہر حال متعدد جگہ جمعہ روا ہے اس لئے سرخسی نے کہا ہے کہ صحیح مذہب
حنفی یہی ہے کہ ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ روا ہے اور ہمارا اسی پر اخذ ہے کیونکہ حدیث
لا جمعۃ الا فی مصر مطلق ہے جب شہر میں جمعہ ہوا تو ہر مسجد میں ہی ہوا اور منع تعدد کی وجہ
یہ ہے کہ جمعہ جامع جماعات ہے اس واسطے نام جمعہ رکھا گیا اگرچہ صحیح پہلی بات ہے کہ
تعدد روا ہے خصوص جب ہمارے شہر کی طرح بڑا شہر ہو تو ایک جمعہ پڑھنے میں صریح
حرج ہے مع ہذا وجہ مذکور منع تعدد کی مقتضی ہے یہ ترجمہ ہے عبارت فتح القدیر کا صفحہ ۲۰۷
مطبوعہ نولکشوری کے پہلی جلد سے پھر نقایہ مختصر الوقایہ کی شرح ابو المکارم اور فتاوے عالمگیری
طلبہ بفتاوے ہندیہ اور رد المحتار علی الدر المختار وغیرہ میں کافی اور محیط سے نقل کرتے ہیں کہ
جب مصریت میں شک پڑ جاوے اور وہاں مسلمان مل کر جمعہ پڑھیں تو بعد الجمعہ چار رکعت
فرض ظہر ادا کریں تاکہ اگر جمعہ اس جگہ فرض نہ تھا تو فرض الوقت سے یقیناً بری الذمگی
حاصل ہو جاوے یہ ترجمہ ہے عبارت ان معتبرات کا اب واضح ہے کہ یہ کتاب کافی
جو محیط سے مقدم لکھی گئی ہے مولف اس کا حاکم شہید بلخی ہے جس کو ساٹھ ہزار حدیث
یاد تھیں اور مستدرک حدیث کی کتاب کے مولف حاکم نیشاپوری کا استاد تھا۔ جس

نے چوتھی صدی کے ابتدا میں یہ کافی تالیف کی اور اس میں امام محمد شاگرد امام اعظم رضی
اللہ عنہما کی ظاہر روایت کی چھ کتابوں کو جمع کیا ہے فوائد بہیہ کے ص ۱۸۱ میں دیکھو اور
محیط سرخسی بھی چھٹی صدی کی نہایت معتبر کتابوں سے نکلا ہے کہ بصورت مشکوکیت
مصریت یا تعدد جمعہ کے اسلامی شہروں میں جہاں اکثر حدود شرعیہ کا اجرا تھا یہ ظہر بعد الجمعہ
پڑھی جاتی رہی ہے پھر ان کتابوں سے بہت سی شروح فقہ حنفیہ و فتاوہا میں یہ مسئلہ
ظہر بعد الجمعہ کے پڑھنے کا درج ہوا چنانچہ اکثر شروح ہدایہ و شرح کبیر منیہ و مستخلص شرح کنز و
حاشیہ چلپی شرح وقایہ میں بسند فتاوے قاضی خاں و مجمع الفتاوے لکھا گیا اور محدث دہلوی
نے شرح سفر السعادت میں محیط سے نقل کیا ہے اور صاحب رد المحتار علے الدر المختار
نے بھی اس مسئلہ کو بہت سی معتبرات سے جیسا کہ شرح باقانی نہر الفائق امداد الفتاح
فتاوے ظہیریہ قنیہ رسالہ مقدسی نور الشمعہ فی ظہر الجمعہ وغیرہ سے ذکر کیا ہے جسے متحقق ہوا کہ برادلہ
شرعیہ اکابر اہل سنت کی کتابوں سے پڑھنا ظہر بعد الجمعہ کا اپنے موقع پر رائج ہوا ہے پس
جو کوئی مثل انوار محمدی و تفسیر محمدی والے اور تبصرہ والے کے اس کو بدعت سیئہ اور
رافضیوں معتزلیوں کی خرافات و واہیات اور ظالم بادشاہوں کی تہدیدات کہتا ہے
وہ بالیقین بہتانی اور ہذیانی ہے رہا یہ جو حافظ محمد و محمود شاہ وغیرہ نے لکھا ہے کہ
بحر الرائق و در المختار و طحطاوی پڑھنا ظہر بعد الجمعہ کا منع ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس مسئلہ
کی نسبت در مختار و طحطاوی میں جس قدر لکھا ہے بسند بحر الرائق کے ہے اور خود بحر الرائق
میں وصورت مشکوکیت مصر پڑھنا بعد الجمعہ کا لائق و سزاوار لکھا ہے فقیر کے پاس قلمی
بحر الرائق دو سو ستر برس کی لکھی ہوئی موجود ہے جس کے (۲۰۷) ورق پر تحت بحث
عبارت فتح القدیر کی نقل کر کے بعدہ قنیہ سے لکھا ہے کہ گانوؤں میں جمعہ پڑھنے والا فرض
کی نیت نہ کرے بلکہ امام کی نماز کی نیت کرے اور ظہر کی نماز بھی پڑھے اور ان دونوں
میں سے جس کو مقدم کرے روا ہے یہ ترجمہ ہے عبارت منقولہ بحر الرائق کا جو اصل عبارت

بھی مجلس حاشیہ پر درج ہوئی ہے پس جو شخص بحرالرائق و در مختار و طحطاوی کی سند
سے ظہر بعد الجمعہ کے پڑھنے کو "مطلقاً" منع کرتا ہے جھوٹ بکتا ہے البتہ اتنا ہے کہ صاحب
بحرالرائق نے جو باشندے مصر دار الاسلام والعلوم کے تھے مصر میں تعدد جمعہ پڑھنے کی صورت
میں ظہر بعد الجمعہ کے ادا کو منع لکھا ہے کہ ضعیف پر بنیاد ہے تاکہ جہال یہ خیال کر لیں کہ
جمعہ فرض ہی نہیں اور یہ فساد عظیم ہے بلکہ انکار فرضیت جمعہ کفر ہے اور جس کو یہ خوف نہ
ہو تو وہ خفیہ ظہر بعد الجمعہ پڑھ لے یہ ترجمہ ہے مضامین بحرالرائق کا جو باب صلوٰۃ الجمعہ و
الاعتکاف میں درج ہیں پھر صاحب در مختار و حاشیہ طحطاوی نے اس میں بحرالرائق کی
متابعت کی ہے پھر حافظ محمد و محمود ولناوہ و حافظ عبدالہادی نے ان سے نقل کرنے میں
سخت خیانتیں کی ہیں اول ان کی سند سے جو ظہر بعد الجمعہ کے ادا کو "مطلقاً" منع لکھا ہے۔ یہ
جھوٹ ہے کیونکہ بصورت مشکوکیت مصر کے پڑھنا ظہر بعد الجمعہ کا بحرالرائق وغیرہ میں روا
و بجا درج ہے کما مر نقلہ۔ دوم تبصرہ میں جو عبارت درمختار وغیرہ کی نقل کی ہے تو اس میں
بھی خیانت ہے چنانچہ تبصرہ کے صفحہ ۱۶۷ میں لکھا ہے میں نے فتویٰ دیا کئی بار ساتھ نہ پڑھنے
چار رکعت پیچھے جمعہ کے ساتھ نیت آخر ظہر کے بخوف نہ فرض ہونے جمعہ کے اور وہی
احتیاط کی بات ہے بیچ زمانے ہمارے کے یہ در مختار میں ہے انتہےٰ بلفظہ اس میں
دو خیانتیں ہیں ایک یہ کہ ابتدا اس عبارت کے در مختار میں لفظ وفی البحر موجود ہے
جس سے ثابت ہے کہ صاحب درمختار نے یہ بات بحرالرائق سے نقل کی ہے سو صاحب
تبصرہ نے اس حوالہ کو خورد برد کر کے عبارت بحر کو درمختار کی عبارت بنا دیا دوسرا یہ کہ مابعد
اس عبارت کے بحرالرائق و در مختار دونوں میں یہ درج ہے کہ جس کو خوف اعتقاد عدم فرضیت
جمعہ نہ ہو تو اس کو بہتر ہے کہ اپنے گھر میں یعنی خفیہ طور پر ظہر بعد الجمعہ ادا کرے انتہےٰ مترجماً چونکہ
اس سے صاف ثابت تھا کہ صاحب بحرالرائق و در مختار دونوں کے نزدیک تعدد جمعہ کی صورت
میں بھی گھر میں ظہر بعد الجمعہ پڑھ لینا روا ہے تو اس امر کے چھپانے کے واسطے تبصرہ والے نے

سرقہ کیا اور اخیر سے اس عبارت کو اڑا کر سارے مضمون کو ہضم کر لیا نعوذ باللہ من ذلک
ان لوگوں کی دیانت اسی خیانت میں ہے ہادی حقیقی سیدھے راستہ پر لاوے اور ایسے
جھوٹے رسالے شائع کرنے سے باز لاوے رہا یہ کہ صاحب بحر رائق نے بصورت تعدد
جمعہ اپنے وقت میں اسلامی شہروں میں ظہر بعد الجمعہ پڑھنے کو منع کیا ہے اور عدم تعدد جمعہ کی
روایت کو ضعیف لکھا ہے پھر صاحب در مختار نے بھی اس کو مان لیا ہے تو صاحب رد المختار
نے بنقل معتبرات چاروں مذہبوں سے عدم تعدد جمعہ کی تقویت جتلا کر اس کو قوی روایت
لکھا ہے اور تصریح کی ہے کہ کسی صحابی یا تابعی نے تعدد جمعہ کو روا نہیں رکھا ہے بدائع میں
عدم تعدد جمعہ کو ظاہر روایت اور شرح منیہ میں بنقل جامع الفقہ اظہر الروایتین اور نہر فائق وحاوی
قدسیہ سے علیہ الفتویٰ اور تکملہ رازی سے وبہ ناخذ لکھا ہے اور ثابت کیا ہے کہ حنفی مذہب
میں یہ قول معتبر ہے ضعیف روایت نہیں اور شرح منیہ سے لکھا ہے کہ بنا بر ضرورت جواز
تعدد جمعہ پر فتویٰ دینا تقویٰ سے احتیاط کا مانع نہیں اس لئے پڑھنا ظہر بعد الجمعہ کا احتیاط اور
عہدہ فرض الوقت سے بالیقین خارج ہونا ہے پھر صاحب رد المختار لکھتے ہیں اگر تسلیم کریں
کہ روایت عدم تعدد جمعہ ضعیف ہے تاہم خلاف سے نکلنا بہتر ہے اور کیوں نہ ہو جب
اس قدر ائمہ دین سے خلاف مروی ہوا اور حدیث صحیح متفق علیہ میں وارد ہے کہ جو شبہات سے
بچا اس نے اپنے دین کو سنوار لیا یہ ترجمہ ہے عبارت رد المختار کا پھر صاحب رد المختار نے
اکثر شروح ہدایہ اور سوا اس کے کئی معتبرات سے پڑھنا ظہر بعد الجمعہ کا دونوں صورتوں یعنے
مشکوکیت مصر و تعدد جمعہ ایک شہر میں روا لکھ کر شک اور اشتباہ کی حالت میں واجب
اور وہم کی صورت میں مستحب ثابت کیا ہے جس نے زیادہ تر تحقیق کا ملاحظہ کرنا ہو اصل
کتاب کے ص ۱/۵۷۶ مطبوعہ مصر میں دیکھ لے کہ ظہر بعد الجمعہ کے لا اصل اور خلاف المذہب
ہونے کے شافی جواب لکھے ہیں اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جیسا ثبوت ظہر بعد الجمعہ
کا حدیث صحیح من اتقی الشبہات الحدیث سے صاحب رد المختار نے لکھا ہے ویسا ہی

حدیث دع ما یریبک الی ما لا یریبک سے جس کو امام احمد اور ترمذی اور نسائی اور دارمی نے روایت کیا ہے کذا فی المشکوٰۃ بخوبی پڑھنا ظہر بعد الجمعہ کا مستنبط ہے کیونکہ امر مشکوک کو ترک کرکے غیر مشکوک پر عمل کرنے کا حکم ہے اور نیز یہ بھی وارد ہے اذا شک احدکم فی صلوٰتہ فلم یدر کم صلی اثلثا ام اربعا فلیطرح الشک ولیبن علی ما استیقن رواہ مالک والشیخان وابو داود فی مشکوٰۃ المصابیح اس سے بھی ثابت ہے کہ امر مشکوک کو ترک کرکے یقین پر بنیاد کرنی مامور بہ ہے پس جب صحت جمعہ میں شک واقع ہوا تو ادائے ظہر بعد الجمعہ بیشک عمل ہوا صحیح حدیثوں پر اب دیندار و دانشمندوں کو بخوبی یقین ہو گیا کہ ظہر بعد الجمعہ جو مجتہدین کی کتابوں سے نکلی ہے قرآن مجید و صحیح حدیثوں سے مستنبط ہے۔ پس انوار محمدی و تفسیر محمدی و تبصرہ میں جو اس کا انکار ہے تو کم علمی کی مار ہے اور تعصب و عناد مجتہدین پر اصرار ہے افسوس ان لوگوں کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نماز ظہر کو فرض کیا ہے اور حدیثوں سے بھی یہی ثابت ہے اور باجماع امت بھی یہ فرض قطعی ہے پھر جب جمعہ فرض ہوا تو اس کا بدل قرار پایا قطع نظر اتفاق اہل سنت سے قاضی شوکانی وغیرہ کو بھی اس کا اقبال ہے چنانچہ درر بہیہ میں ہے وو قتہا وقت الظہر روضہ ندیہ شرح درر بہیہ میں ہے لکونہا بدلا عنہ صفحہ ۱۳۴ مطبوعہ لکھنؤ میں دیکھ لیں جن پر جمعہ فرض نہیں جیسا کہ غلام عورت مسافر وغیرہم تو ان پر بالاتفاق ظہر فرض ہے اور جہاں جمعہ کی شرطیں نہ ہوں یا کسی اور دوسری وجہ سے جمعہ کی صحت میں شک پڑ جاوے تو وہاں بحکم قرآن و حدیث ظہر فرض ٹھہری جس کا ادا ضروری ہوا پس ظہر بعد الجمعہ کی قرآن و حدیث سے نفی کرتے ہیں چنانچہ تفسیر محمدی کا منقولہ منقول ہو چکا ہے کہ سے بعد جمعہ احتیاطی پیشی نہ رب نبی فرمائی نہ اصحاب نہ تابعیناں نہ مجتہداں نظیں آئی ہے الخ سخت غلطی پر ہیں اور دین مبین میں نہایت خلل اندازی پر مستعد ہوئے مسلمانوں کی نمازوں کو برباد کر رہے ہیں نعوذ باللہ منہا اور یہ جو رسالہ تبصرہ کے صفحہ ۱۷۹، ۱۸۰ میں اشباہ و نظائر کی سند سے ظہر بعد الجمعہ کا معتزلیوں اور رافضیوں سے

پیدا ہونا لکھا ہے سراسر بہتان ہے اشباہ و نظائر میں ایسا کہیں نہیں لکھا ہے بلکہ اس کے پہلے
فن میں فتح القدیر سے تحریر ہے کہ جس جگہ جمعہ کی صحت میں شک پڑ جاوے اور بعد الجمعہ چار
رکعت بہ نیت آخر ظہر پڑھی جاوے پھر ظاہر ہو کہ جمعہ صحیح تھا تو چار رکعاتی سنت جمعہ کی نائب
ہو جاوے گی یہ ترجمہ ہے عبارت اشباہ مطبوعہ مع حموی کے ص۲۴ سے اور اوپر بحر الرائق سے
بھی بصورت مشکوکیت مصریت کے پڑھنا ظہر بعد جمعہ کا ثابت ہو چکا ہے پس ان کتابوں کی
سند سے ظہر بعد الجمعہ کو رافضیوں و معتزلیوں کی واہیات کہنا سوائے بہتان عظیم کے اور کیا
منصور ہوا الحق اس رسالہ نصور کی بنا اکثر بہتانات و تحریفات پر ہے کما سبق نمونہ ۱۰ اور منجملہ اس
کے یہ بھی ہے کہ ص۱۱۵ میں بنقل میزان شعرانی کے لکھا ہے کہ عارفوں نے کہا ہے کہ ان
شرطوں کو ٹھہرایا ہے اماموں نے واسطے تخفیف کے اوپر لوگوں کے اور نہیں ہیں شرطیں بیچ
صحت کے الخ انتہی بلفظہ اس میں بھی دو خیانتیں ہیں اول اس کے ابتدا سے یہ عبارت
(جو صاحب میزان لکھتے ہیں) کہ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ امام مالک امام اعظم نے
جو جمعہ کے لئے مسجد بازار شہر سلطان شرط کیا ہے وہ بنا بر دلیل شرعی کے ہے جو انہوں
نے پائی ہے انتہی مترجما اڑا دی ہے دوم لفظ عارفین کے اوپر سے جو کلمہ تعلق کا تھا
اس کو سقط کیا تاکہ بہتان کے طور پر بسند میزان جمعہ کی شرطوں کو باطل کرے اور یہ خبر نہیں
کہ اسی میزان میں ظہر بعد الجمعہ کا نہایت عمدہ ثبوت ہے جو ص۴۲۹ میں لکھتے ہیں اگر تو کہے
کیا وجہ ہے اس کی کہ شافعیہ بعد الجمعہ ظہر پڑھتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالےٰ نے جمعہ کے
دن ظہر فرض نہیں کی بلکہ جمعہ فرض ہے پس جہاں جمعہ کی شرطیں حاصل نہ ہوں وہاں
پر ظہر پڑھنی چاہئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وجہ اس کی احتیاط اور شبہ سے خارج ہونا ہے
جیسا کہ اکثر مساجد مصر وغیرہ میں دیکھا جاتا ہے کہ اندھے جو قبروں اور دروازوں پر بیٹھے
رہ کر قرآن پڑھتے ہیں وہ خطیب بن کر جمعہ کراتے ہیں اور کوئی اس کو ناپسند نہیں کرتا
باوصفیکہ اماموں کے مذاہب میں جواز تعدد جمعہ مشروط بحاجت ہے پس ظہر بعد الجمعہ

کا پڑھنا نہایت احتیاط پر مبنی ہے یہ تحریر ہے عبارت میزان کا جس سے شرائط جمعہ ظہر بعد الجمعہ
کا بخوبی ثبوت ہو رہا ہے پھر صفحہ ۱۸۲ تبصرہ میں جو فتاوے برہنہ سے بھی سند لی ہے تو اس میں
بھی ظہر بعد الجمعہ کے پڑھنے کا حکم موجود ہے مطبوعہ لاہور کے صفحہ ۲۵۲ میں دیکھو اور پر اٹھارہ معتبر عرب
و عجم کی کتابوں سے ثبوت اس کا لکھا گیا ہے۔ اب بحر الرائق و در مختار و طحطاوی و اشباہ و نظائر و میزان
کبرے و فتاوے برہنہ کے شامل ہونے سے چوبیس کتابیں ہوئیں اور شروح ہدایہ کے شمول
سے پچیس سے زائد معتبرات ہو جائیں گی جن سے ظہر بعد الجمعہ کا ثبوت ہے الحاصل جن کتابوں
سے انوار محمدی و تفسیر محمدی و تبصرہ میں حوالے لکھے ہیں اگر اختصار مد نظر نہ ہوتا تو ان سب
سے ان کی تکذیب کر دی جاتی مگر مشت نمونہ خروار ہی دانشمندوں کے واسطے کافی ہے رہا
رسالہ قصوریہ جس کی سند سے تفسیر محمدی اور تبصرہ والے نے ظہر بعد الجمعہ کے پڑھنے کو بدعت
سلبیہ اور معتزلی بادشاہ کے ظلم و سیاست کی ایجاد اور بخوف تعزیر پچھلے ملاؤں کا درج فتاویٰ
کرنا لکھا ہے سو یہ بھی حافظ محمد و محمود شاہ وغیرہما کے دھوکہ دہی ہے کیونکہ رسالہ قصوریہ
اول تو بناوٹ اور فرضی بات ہے قصور میں کسی شخص محمد شریف نامی صاحب تصنیف کا
کا پتہ نہیں ملتا اور نہ اس رسالہ کا نام و نشان ہے اول سید محمود شاہ نے بعض معتبرین سے کہا
تھا کہ یہ رسالہ حضرت میاں صاحب مولانا حافظ شیخ محمد صاحب علیہ الرحمۃ جد صاحبزادگان
قصور کی تالیف ہے تو اس کی تکذیب کی گئی تھی کہ ہرگز کوئی ایسا رسالہ حضرت ممدوح کی
تالیف نہیں پھر رسالہ تبصرہ کے صفحہ ۱۷۱ پر میاں محمود شاہ نے یہ حاشیہ چڑھا دیا کہ یہ رسالہ
فارسی مولوی محمد شریف ولد محمد یونس قصوری حنفی کی تصنیف میرے پاس موجود ہے انتہٰی
اور ایسی بناوٹی رسالہ کی سند سے حافظ محمد نے تفسیر محمدی میں درج کر دی اور یہی رسالہ سید
محمود شاہ نے خلیفہ صاحب قاضیے لاہور کے مکان پر مولانا صاحب ٹونکی و مولانا صاحب
نگوی امام مسجد شاہی لاہور کے روبروئے فقیر کو دکھلایا تھا دو ورقہ لفافہ تھا جس پر مولف کا نام
درج نہ تھا اس کی عبارت کے سننے سے فقیر نے جواب دیا کہ رسالہ تبصرہ کے صفحہ ۱۶۹ میں جو لست

اس رسالہ کے جمعہ کی شرطوں کا رافضیوں معتزلیوں کی طرف سے مقرر ہونا درج ہے وہ اس میں ہرگز نہیں اس میں صرف اتنا ہے کہ عدالت سلطان کی معتزلہ وغیرہ نے شرط کی ہے سو اس میں کچھ بحث نہیں حنفی اور مالکی مذہب میں بسند حدیث ابن ماجہ وغیرہ کے سلطان شرط ہے خواہ عادل ہو یا جائر علاوہ ازیں یہ فرضی رسالہ کسی مجہول الحال کی تحریر جب معتبر فقہ کی کتابوں کے برخلاف ہے تو اس کو کوئی بھی اہل علم سے نمانے گا۔ تب خلیفہ صاحب نے فرمایا کہ ضرور رسالہ تبصرہ میں اس دو ورقہ کی بھی بجنس عبارت منقول نہیں زیادتی ہے انتھے پھر اسی رسالہ نا معلوم الاسم میں جو بسند فتاوی" تاتارخانیہ ظہر بعد الجمعہ کو بدعت سیئہ لکھا ہے جس کو تفسیر محمدی اور تبصرہ والے نے سنداً نقل کیا ہے یہ بھی محض غلطی ہے کیونکہ فتاوے عالمگیریہ میں بسند فتاوی" تاتارخانیہ ناقلاعن فتاوے آہو یوں لکھا ہے کہ ہمارے دیار میں چارگانی ظہر بعد الجمعہ کی چاروں رکعتوں میں فاتحہ شریفہ اور سورہ پڑھنی چاہیئے دیکھو صـ۲۵ سطر ۲۳ فتاوے عالمگیریہ میں جس کی بعینہ عبارت حاشیہ پر درج ہوتی ہے بحوالہ فتاوی تاتارخانیہ کے بھی ظہر بعد الجمعہ کا عمدہ ثبوت ہو رہا ہے معہذا رسالہ تبصرہ کے صـ۱۱ میں جس کی حاشیہ پر رسالہ قصوریہ کی تعریف درج ہے فتاوے تاتارخانیہ . . . .

. . . .

سے ظہر بعد الجمعہ کے پڑھنے کی یہ دلیل لکھی ہے کہ سلطان غیر عادل ہے اور یہ علت اعتزال کی ہے انتھے ملخصاً اور ایسا ہی تفسیر محمدی میں بسند رسالہ قصوریہ فتاوے تاتارخانیہ سے اس کو معتزلہ کا مذہب لکھا ہے پس اظہر من الشمس ہے کہ اوپر جس قدر معتبرات اہلسنت جو چالیس سے زیادہ فقہ حنفی کی کتابیں ہیں جن سے ظہر بعد الجمعہ کے ادا کا ثبوت لکھا گیا ہے ان میں سے کسی ایک میں بھی عدالت سلطان کا ذکر نہیں بلکہ مشکوکیت شرط مصر و تعدد جمعہ سے پڑھنا اس کا لکھا ہے جس کا جواز فتاوے تاتارخانیہ سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ فتاوے عالمگیریہ سے ابھی منقول ہوا ہے تو اب یقیناً ثابت ہوا کہ حافظ محمد و محمود شاہ وغیرہما کو اس قدر

اہل اسلام سنی حنفیوں سے عداوت ہے کہ ان کی نمازوں کے خراب کرنے کی غرض
سے جھوٹے اور بناوٹ سے کتابوں کے نام لکھ کر دھوکے دے رہے ہیں نعوذ باللہ
منہا طریقہ تزویر یہ ہے کہ میاں بارک اللہ مرحوم ان کا والد اپنے گانو لکھو کے میں بعد الجمعہ
احتیاطاً ظہر کو بجماعت ادا کیا کرتے تھے اور یہ حافظ محمد خود سالہا سال بعد ان کے ایسا ہی
کرتے رہے اب بسند رسالہ قصوری ان کے والد ماجد کا اور نیز خود ان کا معمول یہ بدعت
سابقہ مانا گیا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اور یہ کس قدر واہیات بات ہے کہ
ایک معتزلی بادشاہ نے شرائط جمعہ وظہر بعد الجمعہ کے ادا کا مسئلہ جبراً کتابوں میں لکھوایا
جس پر کچے ملاؤں نے تعزیر سے ڈر کر اس مسئلہ کو فتاووں میں درج کر لیا اول وہ کونسا معتزلی
بادشاہ تھا اور کس تاریخ میں اس نے ایسا کیا اور یہ واقعہ کس تاریخی کتاب میں اس کے
وقائع عمری کے ضمن میں درج ہوا جس کے نام ونشان تک واقف نہ ہو اور نہ کسی
تاریخی کتاب سے بھی اس کی سند مل سکے تو ایسی نہایت واہی دلیل سے تفسیر
وغیرہ رسائل میں مسائل درج کرنے پر کونسا دین ہے یہ لوگ احکم الحاکمین کے روبرو کے
کیا جواب دیں گے دوئم جو مسئلہ مجتہدوں کی کتابوں سے نکلے اور سینکڑوں معتبرات اہل
سنت میں موجود ہو اور صدہا خواص وعوام اہل اسلام اس پر عملدرآمد کرتے چلے آویں اور
بلاد اسلامیہ میں معمول بہ ہو تو وہابی لوگ اس کو اگر مسئلہ اعتزالیہ کہیں اور فرضی رسالہ کی سند
سے مجہول الاسم بادشاہ کے جبر وتہدید سے کچے ملاؤں کا فتاووں میں درج کر دینا تحریر کر دیں
تو عقل سلیم کے نزدیک یہ صریح بہتان اور ہذیان نہیں تو اور کیا ہے وہ کون دانشمند مسلمان
ہے جو امام محمد شاگرد امام اعظم رضی اللہ عنہما کی کتابوں میں پھر فتح القدیر وفتاوی قاضی خاں و
فتاوی عالمگیریہ وغیرہ شروح معتبرہ میں اس مسئلہ کا جبراً درج ہونا اور ان مجتہدین نے اور
اکابر علماء متقدمین نے بدعت وسنت میں فرق نہ کرنا جیسا کہ بناوٹی رسالہ قصوریہ کی سند
سے حافظ محمد ومحمود شاہ وغیرہما لکھ رہے ہیں ان خرافات ولغویات کو کون مان لے گا ایسی بکواس

تو ادنیٰ دانشمند بھی باور نہیں کر سکتا بلا شبہ یہ ہفوات ایسے ہیں جیسے دیہاتی غیر مفید نشہ کی
حالت میں دائروں اور تکیوں میں بیٹھ کر زمین کو آسمان اور آسمان کو زمین بنا دیتے ہیں سخت
افسوس ہے ان لوگوں پر جو مسائل شرعیہ کی تالیفات میں ایسی واہیات کو بطور سند
ذکر کرتے ہیں سچ ہے حنفی مذہب کے مقابل کوئی معقول بات تو ہو نہیں سکتی
ہے ایسے واہی تباہی افسانے اور زٹلیں ہی ہوں جو اس مذہب حق کے تقابل میں
واقع ہوں جس کے پھندے میں دیہاتی و دیگر نادان پھنسیں چنانچہ سعد اللہ خاں نامی نے
موضع ستو کے علاقہ قصور میں اپنے شاگردوں سے ظہر بعد الجمعہ ترک کرائی تھی اس دلیل سے
کہ سکھوں کے عہد میں لاہور کی مسجدوں کو اماموں کے جمعہ ادا کرنے کی سخت ممانعت تھی
تو ان لوگوں نے ظہر بعد الجمعہ پڑھنی شروع کر دی تاکہ وقت مواخذہ کے قسمیہ کہہ دیں کہ ہم نے
ظہر پڑھی ہے فقیر نے اس کے جواب میں ان کو ردالمحتار فتاوے عالمگیریہ سے دکھلایا
کہ یہ پڑھنا ظہر بعد الجمعہ کا عرب و عجم کی کتابوں میں سکھوں کے عہد سے صدہا سال پہلے
سے چلا آتا ہے اور سکھوں کی عہد میں تو علماء لاہور کی بہت عزت و حرمت تھی۔ جمعہ
کا پڑھنا ہرگز منع نہ تھا اور اس کی ممانعت میں سکھوں کا کیا فائدہ تھا اللہ تعالے بہتان بات
سے بچاوے بغرض ان لوگوں کا رویہ صریح بہتان اور تعریف ہو رہا ہے اور موضوع باتوں
کو رسالوں وغیرہ میں درج کرنا دین سمجھ لیا ہے کا مر نقلہ اور سوائے اس کے بہت سی
خیانتیں فے النقل تفسیر محمدی وغیرہ میں ہیں جن کا اظہار کسی دوسرے موقع پر منحصر ہے رسالہ
تبصرہ تو سراپا غلطیوں پہ مدار رکھتا ہے جس کا ذکر کس قدر اوپر ہوا ہے اور ایک نمونہ اس کا
یہ بھی ہے کہ صف۹ میں حدیث اذان جمعہ کے بوقت ہونے سایہ کے مانند تسمہ جوتی کے
نقل کر کے صف۸ میں ہے کہ روایت کیا اس کو بخاری نے حالانکہ یہ حدیث قطع نظر بخاری
کے صحیح مسلم سنن ابوداود جامع ترمذی سنن نسائی دارمی میں بھی موجود نہیں ہے علی ہذا
القیاس اس میں اس قدر غلطیات ہیں جن کے شمار میں دفتر مرتب ہوں پس ایسی کتابوں

پر اعتبار کر کے حنفی مذہب سے دست بردار ہونا اور عمل بالحدیث کا دعویٰ کرنا ہیچ کو
چھوڑ کر فریب جھوٹ کو اختیار کرنا باری تعالےٰ کے غضب میں پڑنا ہے اور اس میں ذرہ
بھی شک نہیں کہ حنفی مذہب میں سراسر عمل بقرآن وحدیث واجماع ہے اور مجتہد کا قیاس
بھی بحکم قرآن وحدیث شرعی ہے چنانچہ یہ سارا بیان بقدر ضرورت رسالہ تصریح الجات
فریدکوٹ میں درج ہے من شاء تمام التحقیق فلیرجع الیہ اور یہ تغیر محمدی و تبصرہ
الجمعہ میں درج ہے کہ پڑھنا ظہر بعد الجمعہ کا بدعت سئیہ و مذہب الاعتزالیہ ہے اور اس کے
پڑھنے والے کے پیچھے اقتدا حرام رنادرا ہے دیکھو ص ۱۸۳ ا تبصرہ میں ہر چند منقولات سابق
سے اس کا جھوٹ اور مخالف نقل وعقل کے ہونا کما نبغی ثابت ہو چکا ہے مگر اس جگہ
پر ساری تقریر کا منتج کر کے اعادہ کرنا فائدہ تام سے خالی نہیں وھو ھذا حنفی مذہب کی
ظاہر روایت اور صحیح اور اکثر کی معتمد اور مفتی بہ تعریف کے رو سے جمعہ اس شہر میں فرض
ہے جس میں کوچے اور بازار بھی ہوں اور اس کے متعلق دیہات بھی ہوں اور اس میں والی و
قاضی بھی ہو جو اقامت حدود شرعیہ پر طاقت رکھے پس ایسے شہر کا جمعہ جب باہر سلطانی
قائم ہو تو وہ مسقط ظہر ہے اور دوسری تعریف اکبر مساجد والی مصر کی ظاہر روایت بھی نہیں اور
بہت سے محققین نے اس کو ضعیف بھی کہا ہے اور مجتہدین اور بہت سے اکابر علماء
دین نے تصریح کی ہے کہ جب مصریت میں بسبب ہمیشہ نہ رہنے والی وقاضی کے
شک واقع ہو یا جس مصر میں جمعہ متعدد پڑھا جاوے تو بعد الجمعہ فرض ظہر احتیاطاً ادا کریں،
تاکہ فرض الوقت کے عہدہ سے یقیناً بری الذمگی حاصل ہو اور بصورت مشکوکیت صحت
جمعہ پڑھنا ظہر بعد الجمعہ کا واجب ہے اور دروحالت توہم مستحب اور بعضے محققین نے ادا کرنا
ظہر احتیاطی کا جب شہر میں تعدد جمعہ کی وجہ سے پڑھیں تو خفیہ طور پر گھر میں ادا کرنا بہتر لکھا
ہے کہ جاہل کو یہ خیال نہ ہو جائے کہ جمعہ فرض نہیں جیسا کہ منقولات سابقہ سے متحقق ہو
چکا ہے اور شرح کبیر منیہ میں ہے کہ شہروں اور قصبوں میں جمعہ فرض ہے اعادہ ظہر کا ضروری

نہیں مگر بڑے دیہات میں ادائے ظہر بعد الجمعہ ضروری ہے مطبوعہ لاہور کے صفحہ (۱) میں دیکھو اب
سب اہل علم وتمیز پر روشن ہے کہ یہ سارا ذکر ان مقامات کا ہے جہاں اسلامی حکومت اور اگر حدود
شرعیہ قائم کرنے کی قدرت تھی اور جمعہ بھی بامر سلطان ہوتا تھا۔ معتبرات سے منقول ہو چکا ہے کہ
امیر جس کا ہونا مصر کے لئے ضروری ہے اس کی تعریف میں منقوی احکام تصریح داخل ہے اور
ترغیب الصلوٰۃ میں لکھا ہے و در محیط میگویند کہ شہر آنرا گویند کہ در وے سلطان مسلمان باشد کہ بطور
خلائق بر قانون اسلام حکم کند الخ لیکن پنجاب اور ہندوستان کے شہر و قصبات جہاں فی زماننا
حکومت اسلامی اور قدرت اقامت حدود شرعیہ مفقود ہے تو ان کو بموجب صحیح اور ظاہر
مذہب والی تعریف مصر کی مصر نہیں کہا جا سکتا ہے بلکہ ان شہروں میں بموجب اس تعریف
مصر کے جس کو بہت سے محققین حنفیہ نے ضعیف کہا ہے جمعہ قائم کیا جاتا ہے حالانکہ سلطان
یا ماموِر سلطان جو شرط مجتہد فیہ ہے اس کا نام و نشان ہی موجود نہیں پس یہاں پر اہل علم محققین حنفیہ
کو ان جمعوں کی صحت کا یقین اور سقوط فرض ظہر کا جزم کیونکر حاصل ہو جائے گا ۔ چہ جائیکہ اب دینداران
اور واقف کاران اہل اسلام کے نزدیک جن کو نمازوں کے حساب دینے کا یقین ہے سوائے ادائے
ظہر بعد الجمعہ کے فرض الوقت سے بری الذمہ ہونا غیر ممکن ہے جب شہروں کا یہ حال ہے تو
بڑے یا چھوٹے دیہات کا کیا ذکر ہے اور جنگل وادیوں میں تو کسی کے نزدیک بھی جمعہ
فرض نہیں ہے کما مر ذکرہ بالبسط المناسب پس فی زماننا جن لوگوں نے یہ رسالے بنام
تبصرہ الجمعہ و الواح محمدی و تفسیر محمدی تالیف کر کے شائع کئے اور ان میں صاف لکھا کہ
سب جگہ جنگل وادی راستہ چھوٹے چھوٹے دیہات میں جمعہ فرض ہے اور جمعہ کی شرائط
کو جو مجتہدین دین نے ادلہ شرعیہ سے بیان کی ہیں۔ رافضیوں معتزلیوں کی مقرر کی ہوئی اپنی زبان
قلم سے لکھ کر جمعہ کو پنج وقتی نمازوں کی طرح غیر مشروط بنا دیا اور ظہر بعد الجمعہ کے پڑھنے کو
باوجود یکہ مجتہدین نے بلحاظ ادلہ شرعیہ ثابت کیا تھا بدعت سنیہ اور رافضیوں معتزلیوں کی
خرافات و اہیات بنا دیا اور اس کے پڑھنے والوں کو جو علماء نامدار و اہل اسلام پرہیزگار چلے آتے

ہیں علاوہ فق بدعت کی کفر تک پونچا دیا تو اب غور کرو کہ کس قدر مسلمانوں کی بدخواہی پر کمر باندھی
اور نماز فرض قطعی کے چھوڑنے چھوڑانے پر ارتدول کوشش نہیں ہو رہی ہیں اور دعویٰ یہ ہے
ہم قرآن وحدیث پر عمل کرتے ہیں واللہ عزیز ذوانتقام اسی اشد ضرورت اور سخت حادثہ کے
وقوعہ سے بفقیر نے حسبۃً للہ وابتغاء لمرضات اللہ اظہار حق کی نیت سے یہ رسالہ لکھا اور پہلے
بھی کئی رسائل تالیف کئے ورنہ یہ ہیچمدان کیا اور تالیف کیا بزرگوار کے ارتحال اور قیامت کی
بازپرس کے اہوال نے مجبوراً بلوایا اللہم بقتل مناتقیہ جو کسی مسلمان نیکوکار کو کافر یا فاسق کہے
تو وہ ویسا ہو جاتا ہے کما فی الحدیث الصحیح باقی رہا جو دینی کتابوں میں لکھا ہے کہ جو شہر کفار کے
ہاتھ میں ہیں وہ اسلامی شہر ہیں حربی شہر نہیں کیونکہ کفار نے ان میں حکم کفر ظاہر نہیں کیا
بلکہ قاضی اور حاکم مسلمان ہیں جو بے ضرورت یا بلا ضرورت ان کی اطاعت کر رہے ہیں اور
جس شہر پر کفار کی طرف سے مسلمان حاکم مقرر ہو تو اس کو جمعہ اور عیدین اور حدود کا قائم کرنا اور
قاضیوں کا مقرر کرنا روا ہے کیونکہ ان لوگوں پر مسلمان حاکم ہے اور اگر کفار کی طرف سے کفار
ہی حاکم ہوں تاہم اہل اسلام کو جمعہ قائم کرنا روا ہے اور مسلمانوں کی رضامندی سے قاضی
بن سکتا ہے اور ان لوگوں پر واجب ہے کہ اپنے لئے مسلمان حاکم طلب کریں یہ ترجمہ ہے
عبارت ردالمحتار کا جو معراج الدرایہ سے بنقل مبسوط لائے ہیں مطبوعہ مصر کے صفحہ ۵۴۰ میں درج
ہے اور مجنس وہ عبارت حاشیہ پر منقول ہوتی ہے اور فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے
اب ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ ان شہروں کا ہے جہاں پر احکام کفر جاری نہ ہوں اور مسلمان قاضی حدود شرعیہ
کے جاری کرنے کی قدرت رکھیں اور حکام بھی موافق احکام اسلام اجراء حدود سے مانع نہ ہوں
جیساکہ ان اگلے وقتوں میں کہیں ایسا ہوگا لیکن ہمارے ان وقتوں میں تمام پنجاب و ہندوستان وغیرہ جہاں
جہاں نصرانی حکومت ہے وہاں حکام وقت نے اپنے قانون و احکام ایسے جاری کئے ہوئے ہیں جو
شرح اسلام سے مغائر ہیں اور نہ والی و قاضی مسلمان ہیں جو جمعہ و عیدین و حدود شرعیہ قائم کریں جائیکہ
دوسرے شہروں میں بھی قاضی مقرر کریں اور نہ فی زماننا مسلمانوں کو اختیار ہے کہ اپنی مرضی سے

کسی کو قاضی بنا سکیں جو اقامت حدود شرعیہ پر اقتدار رکھے کیونکہ قاضی اس کا نام ہے جو ایسا
کر سکے کما نصوا علیہ فی معتبرات الفقہ اور نہ اب وہ مسلمان جن کو حکام سے رسوخ ہے کسی
مسلمان والی کے طلبگار ہیں کیونکہ جیسا کہ مشاہد ہے اکثر وہ خود جمعہ جماعات کے پابند نہیں ہیں
پس وہ حکام سے ایسے درخواست کیونکر کریں اور اگر لوگ اہل اسلام حکام سے ایسی درخواست
کریں تو احکام وقت کو اقامت حدود شرعیہ کب منظور ہے ان کے قانون کے خلاف غیر ممکن ہے۔ پس
ظاہر باہر ہے کہ ہمارے ان شہروں میں حالت موجودہ میں کوئی صورت قائم کرنے جمعہ کی نہیں سوا اس
تعریف ضعیف مصر کے جس کو کئی محقق رد کر چکے ہیں اور لحاظ اس تعریف کا بنا بر اقتدار اسلام کے ہے
حالانکہ سلطان و ماموَر عن السلطان کا تو نام و نشان ہی نہیں اور نہ مسلمانوں میں طاقت اور جرأت ہے کہ
اپنے لئے کوئی مسلمان والی مقرر کر لیں اور اپنے معاملات میں حسب حکم شرع اسے فتویٰ لیں کیونکہ
اسلام کا تو نام ہی ہے اور جو علماء شرط سلطان و ماموَر عن السلطان کو اڑا رہے ہیں جبکہ ان کے عقیدے
مجتہدین دین کی تصریحات کے برخلاف ہیں تو حنفیہ علیہ کے نزدیک ان کا کیا اعتبار ہے پس اس حالت
میں فی زماننا جن لوگوں نے ظہر بعد الجمعہ کو اٹھایا گویا دین کو گھٹایا ہے چھوٹے دیہات میں تو جمعہ کا پڑھنا
مکروہ تحریمی ہے کما صرحت المعتبرات اور شہروں و قصبوں بعد الجمعہ فرض ظہر کا بھی ادا کرنا ہمارے ان
وقتوں میں واجب سے بھی زیادہ ضروری ہے غور کرنے والے حنفی تو ایسا ہی کہیں گے غیر مقلد وغیرہ جی جو
چاہے سو کہیں واللہ هو الهادی۔ مولوی محمد عبدالحی صاحب مرحوم لکھنوی کے رائے کا جواب جو عمدۃ
الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں تحریر کیا ہے اس تقریر مرقومہ بالا سے اگرچہ مستفاد ہے مگر حاشیہ پر کس قدر
اس کا بیان کیا گیا ہے والحق احق ان یتبع اب اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ بعض علماء حال کا خیال
ہے کہ اسلامی ریاستوں میں جو ماتحت حکومت انگلشیہ ہیں امکان اور قدرت اقامت حدود شرعیہ کی موجود ہے
قاضی وغیرہ بھی ہے وہاں پر ظہر بعد الجمعہ کی کچھ حاجت نہیں بلکہ منع ہے کیونکہ حاکم مسلمان قادر اجرائے حدود شرعیہ
موجود ہے۔ مگر ادنے تامل سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ خیال خام ہے جب تک یہ ثابت نہ کر لیں کہ
ان ریاست والے ویسے ہیں جیسے کہ شرعاً حاکم مطلوب ہیں کما مر رد المختار بنقل الشیخ اسمعیل عن البرجندی

اور نیز یہ محقق ہو کہ ان والیان ریاست یا ان کے قضات کو طاقت ہے کہ تعزیرات ہند و مجموعہ ضابطہ دیوانی وغیرہ ہٹا کر بجائے مجریہ حکام مرجہ بین الانام کے برخلاف ہو کر کسی سارق کے ہاتھ پاؤں کے کاٹنے یا محصن زانی کے رجم کرنے یا شراب خوار و قاذف کے تازیانہ مارنے وغیرہ ذالک من الحدود والتعزیرات پر حکم ہیں حالانکہ اظہر من الشمس ہے کہ کسی بھی والی ریاست کو یہ قدرت نہیں کہ حکام وقت کے قوانین مجریہ کی مخالفت کر سکیں پھر با اینہمہ ظہر بعد الجمعہ کی ممانعت کا فتویٰ دینا اور اہل اسلام کو اس کے ادا سے روکنا صریح مخالفت شرع نہیں تو اور کیا ہے پس صواب یہی ہے کہ خود بھی جمعہ کے بعد فرض ظہر ادا کریں اور دوسرے مسلمانوں سے بھی پڑھاویں اور اس یقینی مسئلہ کو کہ بعد الایمان نمازوں کا سب سے پہلے حساب ہوتا ہے مد نظر رکھ کر فرماویں اور غیر مقلدین نمازوں میں نقصان کرنے والوں کی تشبیہ سے باز آویں وما علینا الا البلاغ المبین وبہ نستعین وھو المعین تتمہ صاحب رد المحتار شرح صغیر منیہ سے لکھتے ہیں کہ بعد الجمعہ چار سنت پڑھے پھر چار گانی فرض ظہر ادا کرے پھر دو سنت وقت پڑھے اگر جمعہ صحیح ہے تو مع سنن ادا ہوا اور نہ ظہر مع السنن ادا ہوئی اور جس کی نمازیں قضا نہ ہوں وہ اس ظہر بعد الجمعہ کے چاروں رکعتوں میں فاتحہ اور سورہ پڑھے کیونکہ فرض میں سورہ کا پڑھنا مضر نہیں اور جس پر قضا نہ ہو وہ دو رکعت اخیر میں سورہ ضم نہ کرے کیونکہ وہ بہر حال فرض ہے دیکھو صفحہ ۵۴۱ م ۵ مطبوعہ مصر میں اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں بذیل مسئلہ ادائے ظہر بعد الجمعہ لکھتے ہیں و در حدیث آمدہ است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در دو رکعت اخیر فرض اربع سورہ قصیر میخواند انتہی بلفظہ ھذا آخر ما اردنا ایرادہ فی ھذہ الاوراق بعون الملک الخلاق و اخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وخیر خلقہ محمد والہ واصحبہ وازواجہ امہات المومنین وجمیع الصالحین الی یوم الدین اللھم ارحمنا معھم برحمتک یا ارحم الراحمین امین ثم المجیب عبدہ الحقیر محمد ابو عبد الرحمن الفقیر

غلام دستگیر القصوری کان لہ فی شھر ذی الحجۃ سنۃ ۱۳۰۴ اربع بعد الثلثمائۃ والالف من ھجرۃ سید السلف والخلف من الانبیاء والمرسلین صلوت اللہ وسلامہ علیہ وعلیھم اجمعین اللھم ارحمنا معھم یا ارحم الراحمین امین

رد نور حقی کی معتبر کتابوں میں ہے کہ قبل الجمعہ چار سنت جمعہ پڑھنے اس سے جو غیر مقلدین کی غلطی ہے کہ جمعہ پڑھ کر چار سنت قبل الجمعہ کا صحت کو نہیں ہے بعض جگہ لکھا ہے کہ یہ ان کی غلطی ہے بلکہ امام مستقل کتاب نصب الرایہ میں لکھتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ امر کرتے تھے کہ چار سنت قبل الجمعہ اور چار سنت بعد الجمعہ کو ادا کرنے کی ثبوت ہیں مرقوم المطبوعہ مطبع فاروقی دہلی اور تفسیر محمدی میں بھی حدیث صحیح بیعلی مان و بیان کرکے دو سنت سے زیادہ پڑھنا ثابت کیا ہے مثلاً ...

تقریظات علمائے اہلسنت

میں نے یہ رسالہ جس کو میرے معزز دوست جناب مولوی غلام دستگیر صاحب نے تالیف فرمایا ہے. دیکھا میری رائے میں رسالہ تبصرہ وغیرہ کی معقول اور سنجیدہ جواب دیئے ہیں اور مشرب احناف کرام کے موافق فرضیت جمعہ کی مشروط بالشروط ہونے اور بر تقدیر مشکوک الوجود یا مفقود ہونے کی شرط کے شروط مجتہد فیہا سے ظہر بعد الجمعہ کے ادا کئے جانے کا ثبوت بیان کیا ہے. فقیر کو ان دونوں امروں حضرت موصوف سے اتفاق ہے. جزاهم الله تعالیٰ عنی عن جمیع المسلمین خیر الجزاء کتبه العبد المفتی محمد عبد الله الٹونکی عفا الله الولی القوی - مدرس اول عربی کالج لاہور. رسالہ ہذا میں جو تردید رسالہ تبصرہ اور تفسیر محمدی اور انواع محمدی کی کی ہے. منصفانہ اور بحوالہ کتب معتبر ہے. محقق اور منصف کو یہ تحقیق کافی ووافی ہے. دینداران اور مقلدان مذہب حنفیہ کو اس رسالہ پر کاربند رہنا لازم ہے. اور موجب اجر عظیم کا ہے. حررہ الفقیر النگوی غلام محمد عفی عنہ بمنہ وکرمہ امام مسجد شاہی لاہور بقلم خود. فقیر نور احمد امام مسجد جامع انار کلی فقیر محمد یار نائب امام و واعظ. مسجد شاہی لاہور. وما فی ہذہ الرسالۃ التی الفہا الحبر المحقق مولانا مولوی غلام دستگیر قصوری جزاه الله تعالیٰ خیر الجزاء من الجواب والرد علی رسالۃ تبصرۃ الجمعۃ التی ہی مزلۃ اقدام العلماء ومضلۃ الضعفاء و الرد علی مویدہا فہو حق عند اہل السنۃ والجماعۃ وما نقلہ الفاضل المولف من الروایات المعتبرۃ المنقولۃ من الکتب المتداولۃ فہو مقبول ومعمول عند علماء الشریعۃ الغراء والمشرتہ الحنفیۃ البیضاء واعتمادہم علیہا وعلیہ اعتباری من یہدی الله فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ہادی لہ. فقیر غلام رسول ساکن ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں. لما نظرت فی ہذہ الرسالۃ وجدتہا مصداقاً لقولہ تعالیٰ جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا. الراقم خادم الطلبا محمد لودھیانوی عفی عنہ. فوجدتہا نخ الکتاب والسنۃ وارجو امن الله تعالیٰ ان یجعلہا

نافعة للمتقین ویرفع بہا شبہ الغافلین والعجب من الذین یقولون ان الصلوٰۃ بنیۃ
آخر الظہر بعد الجمعۃ لاثیاب علیہا لانہا ادیت بالشبہۃ لعلہم لاینظرون الے ما ورد
فی اکثر الاحادیث اداء الصلوٰۃ مکررا لسبب شبہۃ عدم وجود بعض الشرائط کما ہو
واقع فی باب التیمم وغیرہ فلیت شعری این ذہبت عقولہم واللہ ہو الموافق والمعین۔
الراقم عبدالعزیز (لودیانوی) رسالہ ہذا نزد فقیر حق ست لاریب فیہ غلام فرید بیدہ
سجادہ نشین چاچڑاں شریف۔ بعد تالیف وترتیب رسالہ ہذا کے فقیر مؤلف
نے دو ورقہ مطبوعہ مطبع قدسی دہلی پیشانی پر جلی قلم سے مرقوم ہے (فتویٰ احتیاط
الظہر بعد الجمعہ کا) دیکھا۔ اس میں جواب از طرف مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی درج
ہے۔ جو حاشیہ پر بجنسہٖ نقل کیا جاتا ہے، اور متن میں اس کا جواب مختصر لکھتا ہوں۔ قولہ
لوگوں نے احتیاط ظہر کا کیا تھا۔ کہ اگر جمعہ ادا نہ ہوئے گا۔ تو ظہر بالیقین ذمہ سے
ساقط وادا ہو جاوے گی۔ اور جو جمعہ ادا ہو گیا۔ تو یہ رکعات نفل ہو جاویں گی یہ اصل
اس کی ہے۔ قول اوپر مرقوم ہو چکا ہے۔ کہ ظہر بعد الجمعہ کے پڑھنے کا مسئلہ کافی
حاکم شہید جو امام محمد شاگرد امام اعظم رضی اللہ عنہ کی کتابوں کا مجموعہ اور فتح
القدیر وفتاوی قاضی خاں وغیرہما مجتہدین دین کی کتابوں سے نکلا ہے۔ تو ان مجتہد
کو لوگوں کے لفظ کے ساتھ تعبیر کرنی سوائے ان مفتی صاحب کے کسی اور مسلمان کا
کام نہیں قرآن وحدیث نے تو مجتہدین کو واجب الاتباع قرار دیا ہے۔ اس کے
زمانہ کے مفتی اُن کا سیدھا نام لینے سے بھی بیزار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ادب کی توفیق
رفیق فرمائے۔ قولہ مگر احناف یعنی حنفیوں کا یہ عمل پسند نہیں۔ اول تو یہ احتیاط وجوب
کے درجہ کو پہنچی۔ اور یہ خود بدعۃ ہے اقول اس کلیہ کی مفتی صاحب نے کوئی دلیل نہیں
لکھی ہے۔ تو اس قول بلا دلیل کے جواب میں اتنا ہی کافی ہے۔ کہ صاحب رد المحتار
علی الدر المختار نے معتبرات سے بصورت قیام شک کے پڑھنے اس کا واجب

تحریر کیا ہے۔ جس کی نقل اوپر مرقوم ہے۔ پھر ایسے علماء مقبول العرب والعجم کے قول کو جو بدعت کہے۔ تو اہل علم اسکا کہنا کب باور کر سکتے ہیں۔ ان کے مرید و پیرو جو جی چاہے سو کریں۔ اور اب فی زمانا تو پڑھنا اس کا واجب سے بھی زیادہ مؤکد ہے جیسا کہ اوپر بسط کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ قولہ، دوسرے بعضے اصلے النزاع یعنی آپس میں جھگڑا اٹھانیوالے ہوگئے۔ اگر درجہ احتیاط و استحباب میں رہتے تو سہل بات تھی۔ انکے قولہ پس احتیاط ظہر لغو ہے اقول۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔ کہ صورت متنازعہ میں قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرکے فیصلہ کرو۔ اُن مفتی صاحب نے یہ نیا حکم ایجاد کیا ہے۔ کہ جب جھگڑا اٹھا تو احتیاط ظہر لغو ہوگیا قولہ۔ جن علمائے شرطیت وجود امام و نایب دریافت ہوئی ہے۔ وہی علما یہ بھی لکھتے ہیں۔ اور اگر امام ونائب سے تعذر ہو تو مسلمان اپنا امام جمعہ مقرر کرکے جمعہ ادا کریں اقول۔ اوپر ردالمختار و فتاوے عالمگیریہ وغیرہما کی نقل سے منقول ہو چکا ہے۔ کہ جہاں حاکم مسلمان نہو، تو اہل اسلام کسی کو قاضی بناکر جمعہ وعیدین پڑھ لیں۔ الخ تو اس موقعہ پر تفصیلوار لکھا گیا ہے۔ کہ وہ حکم ہمارے ان ملکوں کا نہیں ہے کیونکہ اسجگہ مخالف شرع اسلام کے احکام جاری ہیں، اور یہ ممکن ہی نہیں کہ اہل اسلام سے کوئی قاضی شرعی بن سکے۔ اور امام جمعہ بموقع تعذر تو وہاں متصور ہے۔ کہ جہاں حاکم کسی عذر سے شامل نہیں ہو سکتا۔ تو اہل اسلام کسی دوسرے کو امام بناکر جمعہ ادا کریں۔ جیسا کہ حضرت ذی النورین کے ایام بلوے میں ہوا تھا۔ نہ یہ کہ جس جگہ اسلامی حکومت مفقود ہو۔ وہاں بھی یہ حکم جاری ہے۔ ومن ادعی فعلیہ البیان قولہ۔ جمعہ کی مفقود ہے چاہیے ظہر بجماعتہ پڑھا کریں۔ یہ کیا بے موقع بات ہے کہ شرط جمعہ کی موجود نہیں اور فقط تردد کی وجہ سے نوافل کو بجماعت ادا کریں اور فرض وقت کو قرا دے یعنی تنہا پڑھیں۔ یہ سخت خرابی ہے۔ اقول، جب ہمارے ان ملکوں کے شہروں میں تینوں

اماموں کے نزدیک جمعہ فرض ہے۔ تو ہم لوگ شہروں میں جمعہ پڑھ لیتے ہیں۔ پھر ہمارے امام صاحب کے نزدیک شرط وجوب جمعہ کی مجتہد فیہ یعنی سلطان یا نائب اس کا موجود نہیں۔ تو ہم اس جمعہ سے ظہر کو غیر ساقط جان کر فرض ظہر بھی ادا کر لیتے ہیں۔ تو غور کرنے والے کے نزدیک اس میں تھوڑی سی خرابی بھی نہیں ہے۔ بلکہ سراسر اشتغال بعبادت مولٰے تعالٰے ہے۔ چونکہ جمعہ کے دن معذوروں کو بھی ظہر کی جماعت مکروہ لکھی ہے۔ تو بعد ادائے نماز جمعہ جماعت ظہر غیر مستحسن معلوم ہوتی ہے۔ اور ان شہروں میں اگر ظہر لبعد الجمعہ کو بجماعت بھی پڑھ لیں۔ تو غور کرنے والے حنفی اس کو ناپسند نہ کریں گے پھر تعدد کے مسئلہ کو جو دوسرے مذاہب کے متعلق لکھا ہے۔ تو یہ بھی ان مفتی صاحب کی ایجاد ہے۔ فتح القدیر اور شرح کبیر منیہ ور دالمختار وغیرہا میں دیکھ لو۔ کہ حنفی مذہب میں بھی اس کا اختلاف ہے۔ جیسا کہ اوپر بسط کے ساتھ مرقوم ہو چکا ہے۔ بہر حال ان مفتی صاحب نے جو ظہر لبعد الجمعہ کو آخیر فتوٰی میں نہایت لغو اور فضول اور سستی دین کا باعث اور موجب غفلت و بے پرواہی لکھا ہے۔ تو فقیر کی تحریرات ماسبق کو غور سے ملاحظہ کر یو الایقین کرے گا۔ کہ ان مفتی صاحب نے برخلاف مجتہدین دین کے ایک نیا طرز نکالا ہے جس پر اُن کے مرید ان کو نعمان آوان مجدد زمان ملک العلما وغیرہا لکھ رہے ہیں۔ جیسا کہ محمد حسین فقیر نے جو اس کا پہلا شاگرد ہے ایسا لکھا ہے۔ اور نہیں جانتے کہ لائق ان خطابوں کے مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ بھی لبعد الجمعہ پڑھا کرتے تھے۔ مولانا قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی اپنی دستخطی فتوے میں لکھتے ہیں۔ اور ہمارے اساتذہ کا مانند مولانا محمد اسحاق و مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ کا فتوے اور عمل یہی تھا کر چار رکعت بہ نیت آخر ظہر پڑھیئے۔ اور لفظ احتیاطی کا لغو اور موہم شک ہے۔ یہ نہ کہنا چاہیئے۔ شہر دہلی میں زمانہ مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہٗ اور مولانا محمد اسحاق کو سب یہ چار رکعت پڑھتے تھے۔ کسی کو خلاف اس ہم نے نہیں

دیکھا بعد ہجرت مولانا محمد اسحاق صاحب کے مولوی عبدالسلام نے ایک رسالہ جمعہ کا بنایا
اس میں منع لکھا عوام نے بلا فہم روایات اس رسالہ کے باہم اختلاف پیدا کیا اور آسان
بات پسند کی یہ اکثر اسی طرح پڑھتا ہے اور اسی طرح علماء مذکوروں کو پڑھتے دیکھا۔ کتبہ
العبد المذنب عبد الرحمٰن۔ ربیع الاول ۱۳۰۳ھ۔ اس فتوی پر پچیس علماء ہندوستان
وغیرہ کے دستخط ہیں۔ الحق احق ان تیبع ۱۲ پہلے اس سے ایک رسالہ بنام تاریخی تحقیق صلاۃ ۱۲۸۸
الجمعہ فارسی زبان میں بجواب تذکرۃ الجمعہ فقیر مؤلف نے لکھ کر شرائط جمعہ وظہر بعد الجمعہ کا
اس میں اثبات کیا تھا جسکو بہت سے اکابر علماء عجم و عرب نے پسند فرما کر اپنی تقاریظ و مواہیر
سے مزین فرمایا تھا چنانچہ وہ اسی سال یعنی ۱۲۸۸ھ ہجری میں چھپ کر بلا قیمت تقسیم ہوا تھا۔
نقل ان تقریظات و مواہیر کی یہ ہے۔ ھذا الجواب حق و صواب والعمل علیہ
موجب الثواب۔ فقیر عبد الرسول قصوری عفی عنہ۔ ما حققہ المجیب المصیب حقیق بالقبول
خلیقۃ حمید الدین لاہوری عفی عنہ فی الفتاوی العالمگیریۃ ینبغی ان یصلوا بعد الجمعۃ اربعاً الخ
فقیر نور محمد امام مسجد جامع انارکلی لاہور عفی عنہ۔ کذا قال الحلبی فی شرح المنیۃ۔ ذکر حق
لا الٰہ الا اللہ۔ اذ صدق ای علی اللہ۔ للہ در المجیب مصیباً۔ عبد القادر
دربھاوی۔ ھذا الرسالۃ صحیحۃ۔ حافظ محمود لاہوری۔ ما اجاب
المتجر التحریر فہو غایۃ التہذیب و نہایۃ التحریر جزاہ اللہ خیر الجزاء
ابو محمد حبیب اللہ پشاوری۔ کفی بمحمد حبیب اللہ امام مسجد میاں جان محمد رئیس
امرتسری۔ قد اصاب من اجاب۔ قاری عبد المعطی امرتسری۔ ھو المعطی ۱۲۸۸۔ احمد یار
امرتسری۔ محمد قدرۃ نقشبندی دہلوی۔ الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام
علی من لا نبی بعدہ وعلی آلہ الابرار وصحابتہ الاخیار امابعد فان ما اشتملت علیہ
ھذہ الرسالۃ ھو الحق الصریح الواجب اتباعہ والعمل بہ وما سواہ تعصب او
جہالۃ حررہ العبد الضعیف المدرس فی المسجد النبوی الشریف۔ الراجی عدم اللطف

الکریم عبد الخلیل ابن ابراھیم ۔ تمت ۔ پھر مولوی صاحب نذیر حسین دہلوی نے ایک تحریر
چند سطور درباب فرضیت جمعہ باشرائط و عدم جواز ظہر بعد الجمعہ جو لکھی تھی ۔ تو اس کے جواب میں
مولوی محمد شاہ صاحب نے ایک رسالہ مدلل تحریر کیا جو بیس صفحوں پر اول سنہ ۱۲۹۴ھ میں دہلی
میں چھپا پھر اخیر سنہ ۱۳۰۲ھ لاہور کے مطبع مفید عام پریس میں وہ رسالہ منطبع کیا جس کا حاصل یہ
ہے کہ جمعہ کی شرطیں مثل مصر و سلطان وغیرہا بحکم شارع ثابت ہیں ۔ جب کوئی شرط شرائط
سے مفقود ہو جائے ۔ تو جمعہ واجب نہ ہوگا ۔ لہذا جمعہ گاؤں میں واجب نہیں بلکہ گاؤں والوں پر نماز
ظہر فرض ہے جبتک ادائے ظہر نہ کریں گے ۔ تارک فرض قطعی اجماعی کے ہو کر سخت گنہگار
ہوں گے ۔ اور اسی طرح اگر کسی شرط جمعہ میں شک پڑے ۔ تو ادا نماز ظہر بعد الجمعہ واجب ہے
تاکہ فارغ ہو جائے عہدہ فرض سے قطعاً و یقیناً انتہے بلفظہ ۔ اور اس رسالہ کے اخیر بائیس علماء
مشاہیر ہندوستان کے تقریظات مواہیر درج ہیں ۔ تقریظوں کے نقل کرنے میں طوالت ہے
صرف مواہیر منقول ہوتے ہیں ۔ وہی ہذہ

فقیر خواجہ ضیاء الدین احمد ۱۲۶۱

رشید الدین خان خلف ۱۲۹۲ سدید الدین خان		محمد ۱۲۹۲ مسعود		عبدہ محمد ۱۲۸۴ یوسف		محمد ۱۲۸۷ عبد القادر		ولی النبی		حافظ احمد
حافظ الدین		پہلدار خان		فقیر عبد الغنی		منصور علی ۱۲۷۳ از احمد		منصور علی ولد احمد حسن		نظام الدین محمد مدراسوی

سید عبد القادر مدراسوی	محمد ۱۲۹۰ عبد الحق	حسین ۱۲۹۳ حمایت	حافظ محمد بشیر خدا یار تو	خواجہ ضیاء الدین مدرس مدرسہ محمد کرم اللہ

محمد رضا بریلوی		مشتاق احمد		محمد عمر		مسکین حسین غلام

تمت بالخیر والظفر

نمونہ غلطیات تفسیر محمدی علاوہ غلطیات مرقومہ بالا

باسمہ سبحانہٗ تفسیر محمدی کی پہلی منزل کے صفحہ ۱ سطر پہلی میں لکھا ہے

عبادت ہے فرمانبرداری کرنی عجز نیاز دں ٭ معنے عبد ذلیل نمانا دیکھ معالم راز دں

اس پر اعتراض یہ ہے۔ کہ اسمیں منقول عنہ سے مخالفت کا ہے۔ کیا معنے کہ معالم التنزیل میں

کہ معالم التنزیل میں ہے۔ والعبادۃ الطاعۃ مع التذلل والخضوع وسمے العبد عبداً لذلتہ

وانقیادہ انتہے اب ظاہر ہے کہ عبادت کے معنے طاعت کے ہیں نہ اطاعت جس کا

ترجمہ فرمانبرداری ہے۔ اس لئے کہ عبادت غیر اللہ کی ناروا ہے۔ اور اطاعت غیر اللہ کی

بحکم خدا عزوجل وا بلکہ واجب ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرماتے ہیں۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ الآیۃ جس کے رو سے جمیع مفسرین خصوص

صاحب معالم نے بھی اطاعۃ اولی الامر یعنے فقہا و امر کو واجب لکھا گیا ہے۔ پس

صاحب تفسیر محمدی کا عبادت کو اطاعت فرمانا آیۃ قرآن شریف کے مخالف جاتا ہے

اور عوام اہل اسلام کو تقلید ائمہ دین سے ہٹاتا ہے۔ کیوں نہ ہو۔ کہ آیت فَلَا تَجْعَلُوْا

لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ کے نیچے اطاعت غیر بالا ستقلال کا کفر ہونا بسند

تفسیر عزیزی نقل کر کے اخیر میں لکھا ہے۔

ایہہ بھی کفر محدث لکھیا دیکھو عزیزی والے   اتخذوا احبارھم تقیں اسدی سند لگائے

تفسیر محمدی صفحہ ۲۴ سطر ۱۵۔ اور تفسیر عزیزی میں جو نیچے اس مضمون کی تقلید مجتہد فریق کو جنہیں

مجتہدین شریعت بھی دوسرے نمبر پر شمار ہیں بحکم خدائے عزوجل فرض لکھا۔ اور اخیر سب کی

عبادت اور اطاعت میں فرق بیان کیا ہے۔ اس سارے مضمون کو صاحب تفسیر

محمدی نے چھوڑ دیا ہے جس سے پایا جاتا ہے۔ کہ جو تقلید ان کی معتمد الیہ کے نزدیک

فرض و واجب ہے۔ یہ اس کو نہیں مانتے۔ اور اس کے ذکر کرنے کو ناپسند جانتے ہیں

اللہ تعالیٰ حق کی اتباع نصیب کرے۔ پھر اسی تفسیر محمدی کے صفحہ ۳۸۹ سطر ۵ میں جو لکھا ہے سو ہے مجتہد دا حکم خلاف قرآن حدیثوں پاون۔ وچہ مظہری لکھیا فرض لوکاں تس نوں منگ بجا لیاون یہ مخالف ہے قرآن مجید کے فرمان کے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے مجتہدوں کو حکم و اختلاف کو باذن اللہ سے تعبیر فرمائی ہے۔ جیسا کہ سورۂ حشر میں ارشاد ہے۔ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ۔ معنے اور تفسیر اس کا تفسیر محمدی سے منقول ہے ساتویں منزل کے صہ ۱۱۲ و صہ ۱۱۳ میں ہے ؎

جو کٹیا انساں کجھور درخت یا چھوڑیا اسدیاں تائیں — کھلا او پر مڈھ اپنے ہے نال حکم رب سائیں

تا خوار کرے بدکاراں نوں رب بنی نضیر یہوداں — ایہہ حکم لڑن رکھ کٹن ہویا تا خوار کرے مردوداں

جاں نبی نوں گھیریا اپنے لشکر نوں قصہ پایا — جو رکھ تے کھیت انہاندے کٹو چاہیئے انہاں کٹایا

تا غصہ کھا کر سامنے آون باہر کرن لڑائی — کہن انہاں کیوں کٹو کی ایہناں وچہ برائی

توں کہیں ہیں خلق سواراں ایہہ کم کیوں فساد انوالا — کرن فساد زمین وچ کد فرماوے رب تعالےٰ

مومن جھگڑے آپس وچہ یک کہن ایہہ کم نہ کریئے — جو ایہہ سب بنا سانوں ڈیسی کیوں ضائع کر دیئے

ہک آکھن کٹ جلائیے کارن غم غصہ کفاراں — تد ایہہ آیت آئی اس کم اندر ہو مختاراں

اب صاف ظاہر ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کے درختوں کو کاٹنے جلانے کا حکم دیا تھا۔ تس پر صحابہ میں اختلاف پڑا بعضوں نے کاٹا بعضوں نے نہ کاٹا۔ تو ان دونوں کا معل کو اللہ تعالےٰ نے باذن اللہ سے تعبیر فرما کر مجتہدین کی مختاری ظاہر فرمائی۔ اس لئے قیاس مجتہد چوتھی دلیل شرعی قرار پائی۔ پس مجتہد کے حکم کو خلاف قرآن و حدیث بیان کرنا۔ قرآن و حدیث کے خلاف پر دم بھرنا ہے اور تفسیر مظہری شیدائے کا بھی کچھ اعتبار نہیں کیونکہ مستند عبارت میں تحریف وغیرہ کر دینی اول سے ثابت ہو چکی ہے۔ کہ معالم کی لفظ طاعت کو اطاعت سے بدلا کر ترجمہ کر دیا ہے۔ اپنی زعمی مطلب کے اثبات کے لئے جو دیانتداری سے نہایت بعید ہے۔ اور جہاں مجتہد کا

نے خود فرمایا ہے۔ کہ ہمارے قول کو جو مخالف ہو آیت وحدیث کے نا تو یہ ان کی انصاف
ورزی و دینداری و تقویٰ شعاری ہے۔ نہ کہ ان کے اقوال قرآن وحدیث کے برخلاف
ہوتے ہیں۔ کما فصل فی موضعہ واللہ ہو الہادی اور اسی تفسیر محمدی کے صـ۳ سطر ۱ میں ہے

عبادت نہ سجود نہیں بل صوم صلوٰۃ زکوٰتاں ہے تریے عبادت بدنی مالی قولی باتاں

پس یہ بھی غلط فہمی ہے۔ کیونکہ عبادت نام اقصے غایت تذلیل وتعظیم کا ہے۔ جیساکہ قرآن
مجید کی جمیع تفاسیر میں درج ہے۔ عربی تفسیروں کی دیکھنے کی دسترس نہ ہو۔ تو تفسیر فتح العزیز
میں ہی دیکھ لو جسے ثابت ہے۔ کہ سجدہ جو اقصے نہائیت تعظیم ہے وہی عبادت حقیقی
ہے۔ قیام رکوع قعدہ کو بسبب اشتمال سجدہ کے عبادت کہا گیا ہے۔ جیساکہ اہل علم
پر ظاہر ہے پھر صـ۱۲ شروع سورہ بقر میں مؤلف نے التزام کیا ہے۔ کہ فارسی ترجمہ شاہ
ولی اللہ رحمۃ اللہ سے لکھے۔ مگر احیاناً آسانگی کی غرض سے تبدیل الفاظ ہوگی۔ اس امر
کی مؤلف نے ہرگز رعایت نہیں کی ہے۔ مگر اکثر جگہ الفاظ بدلا کر آسان کو مشکل بنایا ہے
جو اہل علم مقابلہ کرکے دیکھ سکتے ہیں۔ ہاں صرف اپنے مطلب کے کمی بیشی کردی ہے
جیساکہ صـ۴۹ سطر ۱۴ میں ترجمہ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں شاہ ولی اللہ کی عبارت سے
وقت ذبح کا لفظ ساقط کر دیا ہے۔ جو تمام موقعوں میں شاہ صاحب نے یہ لفظ لکھا ہے
پھر صـ۱۶ سطر ۱۲ و ۱۳ میں جو مسئلہ مہر کرنے کا لعد میں انکار کفار کے لکھا ہے مخالف
شرع ہے۔ جو کوئی دلیل شرعی اس پر قائم نہیں ہے۔ پھر صفحہ ۲۳ کے حاشیہ میں تفسیر عزیزی
کے مخالف امر کو اس تفسیر کی طرف اسناد کر دیا ہے۔ عمداً یا عبادت تفسیر عزیزی کے معنے
نہیں سمجھا۔ اور علے ہذا القیاس صـ۱۱ سطر ۱۲ میں مخالف منقول عنہ یعنی تفسیر عزیزی کے
ارواح کے لفظ کو جسے مراد صاحب تفسیر کی ارواح خبیثہ ہیں۔ جیساکہ وہ خود اوپر اس
عبارت کی تصریح فرماتے ہیں۔ تفسیر محمدی والے نے ارواح اولیا مراد رکھ کر ان سے
استمداد واستعانت کو شرک حقیقی لکھ دیا ہے۔ حالانکہ اسقدر بھی نہیں جان سکتا۔ کہ خود صاحب

تفسیر فتح العزیز نے جابجا استعانت اولیاء کو عالم برزخ میں روا و بجا لکھا ہے۔ جیسا کہ آیت یعلمون الناس السحر کے ذیل میں ص۳۱۵ س۲۲ و ۲۳ جلد اول میں اور صفحہ ۴۶ س۱۲ و ۱۳ و ۱۴ جلد سوم وغیرہا میں تصریح کر رہے ہیں۔ اور شعر نظامی علیہ الرحمۃ کا بطور نظیر کے لکھتے ہیں۔ کہ اولیاء اللہ بوقت زیارت زائرین کے اس ترانہ سے مترنم ہوتے ہیں

مرا زندہ پندار چوں خویشتن ۔۔۔ من آیم بجان گر تو آئی بتن

دعا تو برہر چہ آرد شتاب ۔۔۔ من آمین کنم تا شود مستجاب

اور ص۱۱۲ میں موضح القرآن کی سند دے کر مخالف اس کے لکھا ہے۔ اور سمجھے ہو کر راہ بتا دن یعنے حکم وٹا دن۔ الغرض اس تفسیر محمدی میں اس قدر غلطیات اور تحریفات ہیں جن کا ذکر تفصیلی موجب نہایت طول کا ہے۔ یہ بطور مشتے نمونہ خروار ہے واللہ ہو الموافق والمعین ۱۲ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ سوال چہ میفرمائند علمائے دین ومفتیان شرع متین آیا بارواح مردگان شیعہ ایصال ثواب نمودن و باطفال ایشاں قرآن شریف تعلیم نمودن درست است یا نہ۔ اگر شخصے سنی المذہب ارادت و بیعت بر دست شیعے المذہب کردہ باشد پس چنیں کس نماز گذاردن و اورا امام مسجدے ساختن جائز ست۔ یا نہ نیز بعد نماز جمعہ چہار فرض احتیاطی خواندن مستحب امد یا مباح یا مکروہ بینوا توجروا۔
الجواب علمائے اہلسنت کو کفر و اسلام شیعہ اثنا عشریہ میں اختلاف ہے۔ جو لوگ ان کے ایمان کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک نہیں جائز ہے۔ شیعہ قرآن کو بیاض عثمانی جانتے ہیں۔ اس بے اعتقادی سے محنت قرآن پہ بھی حفظ ان کو نہیں ہوتا اگر توقع ہدایت کی یا نفع دینے کی کچھ ہو تو ان کے اطفال کو تعلیم قرآنی جائز ورنہ لا ہے بہ نیت تبلیغ و اتمام حجت تعلیم جائز ہے والا خیر۔ مذہب شیعہ میں بیعت طریقہ بالکل باطل ہے شخص سنی المذہب اپنے مذہب اہلسنت والجماعت کے عقائد حقہ پر اگر قائم ہے اور مضبوط ہے تو یہ بیعت بھی باطل بطور تمسخر کے ہے۔ خواہ نخواہ اپنے پیر کے مذہب

اور عقائد کو باطل جانتا ہوگا۔ تو اس کی نماز اور امامت سب جائز ہے اور اگر اس پیر شیعہ کے عقائد کو حق جانتا ہے۔ اور ان عقائد باطلہ پر بیعت کر لی ہے۔ تو بھی مانند اپنے شیخ کے رافضی ہے۔ اس کی امامت اہل سنت کے واسطے ہرگز جائز نہیں ہے۔ اور ہمارے اساتذہ کا مانند حضرت مولانا محمد اسحاق اور مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہما فتوے اور عمل یہی تھا۔ کہ چار رکعت بہ نیت آخر ظہر کے پڑھتے تھے۔ اور لفظ احتیاطی کا لغو اور موہم شک ہے۔ یہ نہ کہنا چاہیئے۔ شہر دہلی میں زمانہ مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ اور مولانا محمد اسحاق کے میں سب یہ چار رکعت پڑھتے تھے۔ کسیکو خلاف ہم نے نہیں دیکھا بعد ہجرت مولانا اسحاق صاحب کے مولوی عبدالسلام نے ایک رسالہ جمعہ کا بنایا۔ اس میں منع لکھا۔ عوام نے بافہم روایات اس رسالہ کے باہم اختلاف پیدا کیا اور آسان بات پسند کی۔ یہ حقیر اسی طرح پڑھتا رہتا ہے۔ جس طرح ان علماء مذکوروں کو پڑھتے دیکھا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب کتبہ العبد المذنب عبدالرحمٰن عفی عنہ۔ ۹ ربیع الاول ۱۳۰۳ھ الجواب صحیح والمجیب مصیب عبداللہ شاہ صدور المجیب مسکین محمد شاہ دین عفی عنہ۔ الجواب حق حقیق بالقبول عبداللہ۔ ہذا ہو الحق الصریح فقط العبد المذنب الاثیم الفقیر صدرالدین عفی عنہ کہ نالی وینبغی ان یصلی بعد الجمعۃ اربعاً بنیۃ آخر ظہر ادرکتہ ولم اصلہ وہو مندوب عند البعض وعند بعض آخر فی صورۃ الشک والاشتباہ واجب وفی صورۃ التوہم مندوب وعلیک بالتامل من رد المختار وعبارتہ مقتبسہ ہذہ فقط۔ کتبہ فقیر محمد عبدالکریم الجواب صحیح والقول نجیح احقر عباداللہ الصمد غلام محمد عفا اللہ عنہ لاشک فی صحۃ الجواب الراقم خادم الطلبا محمد لودہانوی۔ ہذا الجواب صحیح والمجیب مصیب عبداللہ عفی عنہ لودہانوی بمسکین رکن الدین قد اصاب من اجاب خادم الطلبا عزیز بخش۔ محمد اسحاق لودہانوی۔ جواب بہت صحیح ہے اور درست ہے۔ تمام اہل شہر دلو بند پڑھتے ہیں۔ العبد فضل عظیم خطیب حنفی دیوبندی عفی عنہ

ماحقق الفاضل المجیب المصیب حق فقیر غلام احمد مدرس مدرسہ نکودر فقیر نور محمد سنکو والی
جواب بالا درست ہے۔ راقم الحروف ابی عبد اللہ مقیم خیر الدین عفی عنہ فقیر امانت علی
نکودری عفی عنہ محمد عبد اللہ عفی عنہ ہٰذہ مسائل آخر فرض الجمعۃ صحیح الراقم فقیر ابراہیم
عفی عنہ ہٰذا الجواب صحیح الراقم۔ اثم فتح محمد۔ ہٰذا الجواب صحیح محمد بخش۔ الصید مسکین غلام
مصطفےٰ العبد مسکین شاہ دین مدرس شاہ کوٹ۔ خادم العلماء عبد الرحمان نور علی عفی عنہ
وفی القنیۃ لما ابتلے اہل مرو باقامۃ الجمعتین فیہا مع اختلاف العلماء فی جوازہما امر ائمتہم
بالاربعۃ حتمًا احتیاطًا ونقلہ کثیر من شراح الہدایۃ وغیرہا وتداولوہ وفی الظہیریۃ واکثر
مشائخ بخاری علیہ لیخرج عن العہدۃ بیقین ثم نقل المقدسی عن الفتح انہ ینبغی ان یصلی
اربعا ینوی بہا اخر فرض ادرکت وقتہ ولم اؤدہ ان تردد فی کونہ مصرًا او تعددت الجمعۃ
وذکر مثلہ عن المحقق ابن جرباش قال وفائدتہ الخروج عن الخلاف المتوہم او المحقق ۱۲
رد المختار من عینہ وفی موضع آخر وذکر فی النہر انہ لا ینبغی التردد فی ندبہا علی القول
بجواز التعدد وخروجا عن الخلاف وفی شرح الباقانی ہو الصحیح وبالجملۃ قد ثبت انہ ینبغی
الاتیان بہذہ الاربع بعد الجمعۃ لکن بقی فی تحقیق انہ واجب او مندوب قال المقدسی ذکر
ابن الشحنۃ عن جدہ التصریح بالندب وبحث فیہ بانہ ینبغی ان یکون عند مجرد التواہم اما
عند قیام الشک والاشتباہ فی صحۃ الجمعۃ فالظاہر الوجوب ۱۲۔ رد المختار من عینہ وفی
موضع آخر قال فی شرح المنیۃ الصغیر الاولی ان یصلی بعد الجمعۃ سنتہا ثم الاربع بہذہ النیۃ
ای نیۃ آخر الظہر ادرکتہ ولم اصلہ ثم رکعتین سنۃ الوقت فان صحت الجمعۃ یکون قد ادی سنتہا
علی وجہہا والا فقد صلی الظہر مع سنتہ وینبغی ان یقرء سورۃ مع الفاتحۃ فی ہذہ الاربع فان
وقعت فرضًا فالسورۃ لا تضر وان وقعت نفلا فقراءۃ السورۃ واجبۃ ۱۲۔ رد المختار من
عینہ ترجمہ اور فتاویٰ قنیہ میں ہے جبکہ اہل مرو مبتلا ہوئے تو جمعہ کے قائم
کرنے میں باوجود اختلاف علماء کے جواز تعدد جمعہ میں ان کے اماموں نے چار رکعت بعد

جمعہ دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا۔ اور یہ احتیاطاً ایسا واقع ہوا۔ اور اکثر شراح ہدایہ وغیرہ نے
اسے نقل کیا ہے۔ اور یہی معمول ہو گیا ہے۔ اور فتادے ظہیریہ میں ہے۔ اکثر مشائخ بخارا
کا عمل اسپر ہے۔ تاکہ یقیناً اس کے ذمہ سے علیحدہ ہو۔ پھر مقدسی نے فتح سے نقل کیا۔
لائق ہے۔ کہ چار رکعت پڑھے۔ اور یہ نیت کرے پایا میں نے آخر وقت کا۔ اور نہیں ادا کیا
میں نے اُس کو) اگر تردد کرے شہر کے ہونیمیں یا جمعہ متعدد جگہ میں ہو۔ اور ایسا ہی محقق
ابن حجر باش سے نقل کیا۔ اور پھر کہا فائدہ اسکا نکلنا اختلاف متوہم یا محقق سے ہے اگر
چہ صحت تعدد صحیح ہے۔ پس وہ نفع ہے بغیر ضرر کے پھر ذکر کیا۔ اس امر کو جس سے نہ کرنا معلوم
ہوتا ہے۔ اس کو اچھی طرح اٹھا دیا ہے۔) اور نہر میں ذکر کیا ہے۔ اس کے مستحب ہونے
میں تردد کرنا مناسب نہیں موافق اس قول کے جس کے نزدیک تعدد جمعہ جائز ہے اختلاف
سے نکل جانے کے سبب اور شرح باقانی میں ہے وہ یعنے ظہر احتیاطی صحیح ہے حاصل
کلام اس میں ہے۔ کہ یہ واجب ہے یا مستحب کہا مقدسی نے ذکر کیا ابن شحنہ نے اپنے
دادا سے تصریح استحباب کے اور اس میں بحث کی اس طرح کہ یہ استحباب صرف توہم کے
وقت ہے۔ اور وقت شک اور اشتباہ صحت جمعہ پر واجب ہے رد المحتار ۱۲۔
اور دوسرے جگہ پر ہے کہا شرح منیہ صغیر میں بہتر یہ ہے۔ کہ جمعہ کے بعد سنت
جمعہ پڑھے۔ پھر چار رکعت اس نیت سے پڑھے یعنی نیت آخر ظہر کی پایا میں نے اس کو نہیں
پڑھا۔ پھر دو رکعت سنت وقت پڑھے۔ اگر صحیح ہوا جمعہ تو ادا کر دیا سنت جمعہ کو اس کے
موقعہ پر ورنہ پڑھ لیا۔ اس نے ظہر کو مع سنت کے اور لائق ہے۔ کہ سورۃ مع فاتحہ کے پڑھے
ان چاروں رکعتوں میں اگر اس پر قضا نہ ہو پس اگر واقع ہوا فرض تو سورۃ سے کچھ ضرر نہیں
پہونچا۔ اور اگر نفل ہوئے تو سورۃ کا پڑھنا واجب تھا۔ ۱۲ رد المحتار ہذا الجواب مقرون
بالصدق والصواب مشتاق احمد حنفی۔ لقد در الجیب مسکین نور محمد عفی عنہ جمعہ کے بعد احتیاطی
چار رکعت کا مسلم شک کو لینا غیر مقلدوں کی کج فہمی اور احتیاط اور شک میں فرق نہ سمجھنے

کی وجہ سے ہے۔ کیوں شک کی صورت میں کسیطرف حکم نہیں لگا سکتے۔ بخلاف احتیاط کے جیساکہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ابن امۃ زمعۃ کو بحکم الولد للفراش کے عبد بن زمعۃ کو دلادیں گے بعد سودہ کو احتجبی عنہ کا حکم کرنا بطور احتیاط کے تھا بطور شک کے۔ مسکین محمد شاہ دین

تمت

یہاں مطبوعہ ۱۳۰٦ھ ختم ہوا۔

بعد حمد صلوٰۃ کر واضح ہو کہ یہ مبارک رسالہ ۱۳۰۵ھ ہجری میں بجواب انواع محمدی وتفسیر محمدی کے تالیف ہو کر بعد ازاں بتوسط خواتین ممدوٹ حافظ محمد لکھوی۔ اور اس کے فرزند مولوی محی الدین کو پیغام بھیجا۔ کہ بالمشافہ ان مسائل میں مناظرہ کر کے حق کی اتباع کرو اس پر نہ وہ ممدوٹ میں آئے نہ فقیر کا لکھو کے میں آنا منظور کیا اعتراضات تحریری منگوا کر ایک مہینہ تک جواب بھیجنے کا وعدہ کیا۔ پھر تیرہ مہینہ تک جواب نہ آیا۔ آخر بغرض اظہار حق ۱۳۰٦ھ میں یہ رسالہ شائع کر کے ایک سو جلد اس کی معرفت ریاست جلال آباد کے لکھو کے اور اس کے نواح میں بھجوائے گئے۔ سالہا سال تک نہ اس کا جواب آیا۔ انہوں نے اپنی زندگی میں اتباع حق کی ماشاء اللہ کان وما لم یشالم یکن پھر ۱۳۱۳ھ کے جمادی اولٰے میں بعض دینی دوستوں کی التجا پر فقیر وارد جالندھر ہوا وہاں پر مولوی عبد الکریم صاحب کو جو ظہر الجمعہ کے منکر ہیں۔ یہ رسالہ بھیجا۔ اور ایک روز سے ان کی ملاقات بھی کی جس میں انہوں نے باب الاعتکاف رد المحتار سے بحوالہ بحر الرائق مخالفت اس کی دکھلائی۔ اس پر فقیر نے اسی مقام رد المحتار سے اس کا رد دکھلا کر کہا کہ پہلی جلد نماز جمعہ کے موقع میں اسکی زیادہ تر دید موجود ہے۔ آپ فقیر کے رسالہ کو بخوبی ملاحظہ کریں بصورت پسند تسلیم ورنہ فقیر سے کچھ اور جواب لینا ہو لیں۔ پھر سنایا گیا تھا۔ کہ وہ اس میں کچھ مناظرہ کریں گے۔ چنانچہ قرار پا کر پھر ملتوی رہا بعد ازاں صفر ۱۳۱۴ھ میں فقیر کا گذر جالندھر میں ہوا تب بنظر خیر خواہی

اہل اسلام کے فقیر نے اس کا اعلان دیا۔ کہ جو لوگ اس ملک میں جمعہ کے بعد ظہر نہیں پڑھتے۔
وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ اس پر بروز جمعہ مہر نظام الدین آنریری مجسٹریٹ جالندھر فقیر کو پھر مولوی
عبدالکریم کی مسجد میں لے گئے۔ انہوں نے پھر وہی باب الاعتکاف کا مسئلہ پیش کیا فقیر نے
وہی پہلا جواب دیا۔ اس گفتگو میں ایک شخص مولوی صاحب جالندھری کے دوست
نے ان کے مصنف قرار دینے کی تجویز پیش کی دوسرے شخص نے فقیر کی توہین کر کے
مفتی صاحب کی اور زیادہ تعریف اس کے جواب میں۔ ڈپٹی انسپکٹر جالندھر نے جو خاندان
علم سے دیندار آدمی ہیں۔ اور بنظر انتظام اس مجلس میں تھے کہا۔ کہ علمائے دین کی توہین
بہت بری بات ہے۔ مفتی صاحب ان کو۔ یعنی فقیر کو بمنزلہ استاد کے جانتے ہیں۔ پھر کسی
قدر گفتگو کے بعد یہ قرار پایا۔ کہ دونوں فریق اپنا اپنا مسئلہ تحریر کر کے مکہ معظمہ بھیج دیں۔
جس کی تصدیق وہاں سے آ جائے۔ اس کی تسلیم سب کو لازم ہوگی چنانچہ فریقین نے اس بات
کو قبول کر کے فاتحہ خیر کہہ کر مجلس برخاست ہوئی پھر مولوی ولی محمد صاحب تک یہ بات
پہونچی۔ کہ اس مجلس میں ڈپٹی کمشنر نے آپ کو مولوی قصوری کا شاگرد بنا دیا۔ اور اس پر بہت
ناراض اور افروختہ ہو کر خود مباحثہ کے واسطے مستعد ہوئے بلکہ مہر نظام الدین صاحب
سے فقیر کو پیغام بھجوایا۔ کہ کل ہماری مسجد میں آپ بعد ظہر وعظ کریں اور اس مسئلہ ظہر بعد الجمعہ
کو بخوبی بیان فرما دیں۔ پھر اسی روز موعود کی صبح کو ڈپٹی انسپکٹر صاحب مولوی صاحب جالندھری
کو ملنے گئے۔ اور مباحثہ کی افواہ کا حال پوچھا۔ کیونکہ منتظم تھے۔ اس پر مولوی صاحب نے
شاگردی کے لفظ پر ان سے روبرو بہت رنج ظاہر کر کے فرمایا۔ کہ مولوی غلام دستگیر
وہ شخص ہے جس نے ریاست فریدکوٹ کی کتاب سے تمہارا خطاب کاٹ دیا۔ اور
ڈیرہ اسمعیل خاں اور بمبئی میں ہمارے مخالفوں سے شامل ہو کر ہمارے برخلاف لکھا۔ اس
پر ڈپٹی انسپکٹر صاحب نے کہا۔ کہ مجھے کچھ اور خبر تو نہیں ہے۔ مگر کتاب مباحثہ فریدکوٹ
میں انہوں نے آپ کی غلطیاں بہت نکالی ہیں۔ اس پر آپ کو ضرور رنج ہوگا۔ مگر اب

دو حنفی مولویوں کے بحث میں مخالف لوگ بہت خوش ہوں گے اور جب آپ کی مزاج میں
ایسا رنج ہے۔ تو فساد کا احتمال بھی ہے اور میں بحیثیت اپنے انتظام کے ایسے مباحثے کو
پسند نہیں کرتا ہوں۔ بعد مشورہ وائس پریذیڈنٹ کے جوان کے پاس بیٹھتے تھے۔ مہر صاحب
کی مسجد میں جانے سے اور مباحثہ کرنے سے مولوی ولی محمد صاحب نے انکار کیا۔ اور
فقیر کو خبر پہنچی کہ مباحثہ ملتوی ہے۔ آپ نے مہر صاحب کی مسجد میں نہ جانا بعد ازاں
فضل کریم خاں صاحب وائس پریذیڈنٹ کا رقعہ فقیر کے نام آیا کہ مسجد مہر صاحب کا
مباحثہ تو ملتوی رہا مگر آپ میرے مکان تشریف لاکر مسئلہ وجوب ظہر بعد جمعہ کی مزید
تحقیق کرا دی جانے۔ تب پھر بعد تھوڑی دیر کے ان کا رقعہ آیا کہ آپ مہر صاحب
کی مسجد میں آجاویں۔ ادہر سے ڈپٹی کمشنر صاحب نے روکا۔ کہ وہاں قوی احتمال فساد ہے
میرے انتظام میں خلل واقع ہوگا۔ اس پر فقیر خود تو نہ گیا مگر رد المختار پہلی جلد ظہر بعد الجمعہ
کی تحقیق کے ذیل کے چند سطور عبارت جسے ابن شحنہ نے اپنے شیخ مجتہد العصر امام
ابن الہمام سے بخوبی وجوب ثابت کیا ہے اور تمر تاشی اور قنیہ سے بھی وجوب ثابت
ہے، لکھ کر بھیج دی۔ اور اس کے اخیر لکھ دیا کہ جو عالم وجوب کی نفی کرتے ہیں وہ
بھی اپنا مسئلہ لکھ دیں۔ اور ان دونوں کو مکہ معظمہ میں بھیج دو۔ جس کی تصدیق آجاوے
پھر دوسرے دن مولوی ولی محمد صاحب نے ایک شخص خلیفہ محمد شادی سے رد المختار
کی تردید کرا بھیجی۔ کہ قول ابن شحنہ کا اس کی اپنی رائے ہے۔ جس کے اوپر کوئی علامت
افتا کی نہیں۔ اور سوائے اس کے بہت کچھ لکھ بھیجا اور شکوہ ڈیرہ اسمٰعیل خان و
بمبئی وغیرہ بھی لکھا۔ اور کچھ سوالات فقیر کے امتحان کے واسطے بھی لکھی۔ اس کو
فقیر نے اس کے جواب میں لکھ دیا۔ کہ میاں محمد شادی فقیر کے مخاطب نہیں میاں
فضل کریم خاں کے رقعہ کا جواب لکھا تھا۔ اور ان کو بھی لیوں کہ دونوں مسئلے حرمین شریفین
بھیج کر تسلی کر لو۔ البتہ اگر مولوی ولی محمد صاحب اپنے دستخط سے کچھ لکھیں اور تحقیق کرا

جاویں تو فقیر حاضر ہے۔ پھر دوسرا رقعہ محمد شادی کا آیا۔ پھر ان کو لکھا کہ تمہارا رقعہ پھر نہ لیا جاوے گا۔ پھر تیسرا رقعہ لکھا۔ وہ بدون ملاحظہ کے واپس کر دیا اور دوسرے دن اس کے یہ مسئلہ اہل جالندھر کو لکھ دیا۔ کہ مکہ معظمہ بھیج دیں۔ وہ مسئلہ یہ ہے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نحمدہٗ ونصلی علے رسولہ الکریم اما بعد فقد تحقیق عند الحنفیۃ ان صحۃ الجمعۃ مشروطا بالمصر والسلطان وایضاً جواز التعدد وانکان ارجح واقوے دلیلاً لکن فیہ شبہۃ قویۃ لان خلافہ مروی عن ابیحنیفہ رضی اللہ عنہ ایضاً واختارہ الطحاوی والتمرتاشی وصاحب المختار وجعلہ العتابی الاظہر وہو مذہب الشافعی والمشہور عن مالک واحدی الروایتین عن احمد کما ذکرہ المقدسی فی رسالۃ لوز الشمعۃ فی ظہر الجمعۃ بل قال السبکی من الشافعیۃ انہ قول اکثر علماء ولا یحفظ عن صحابی ولا تابعی تجویز تعددہا اہ وقد علمت قول البدائع انہ ظاہر الروایۃ وفی شرح المنیۃ عن جوامع الفقہ انہ اظہر الروایتین عن الامام قال فی النہر وفی الحاوی القدسی وعلیہ الفتوی وفی التکملۃ للرازی وبہ ناخذ فہو حینئذ قول معتمد فی المذہب لا قول ضعیف ولذا قال فی شرح المنیۃ الاولی ہو الاحتیاط لان الخلاف فی جواز التعدد وعدمہ قوی وکون الصحیح الجواز للضرورۃ للفتوی لا یمنع شرعیۃ الاحتیاط للتقوی اہ قلت علی انہ لو سلم ضعفہ فالخروج من خلافہ اولی فکیف مع خلاف ہولاء الائمۃ وفی الحدیث المتفق علیہ فمن اتقی الشبہات استبرا لدینہ وعرضہ الخ اہ من رد المختار علے الدر المختار لما تحقق ہذا فالامصار الہندیۃ لا یصح علیہا تعریف المصر لظاہر المذہب لانہ لیس فیہا امیر وقاض لیقدر علی اقامۃ الحدود بل احکام النصاری الحاکمین فیہا علے خلاف احکام الشرع المحمدی علے صاحبہا ازکی الصلوات وانمی التسلیمات وایضاً التعدد فی ہذہ الامصار شائع بل فی القری الکبیرۃ فہل یجب بعد اداء الجمعۃ فی ہذہ الامصار اداء الاربع ینوی بہا آخر فرض ادرکت وقتہ ولم اودہ فالظاہر من تصریحات المعتبرات الوجوب کما فی رد المختار وفی القنیۃ لما ابتلے اہل مرو باقامۃ الجمعتین فیہا مع اختلاف العلماء فی جوازہما امر ائمتہم بالاربع بعدہا حتما احتیاطاً اہ ونقلہ کثیر من شراح الہدایۃ وغیرہا و

کہیں ظاہر روایت ... [illegible]

تداولوه وفی الظہیریة واکثر مشائخ بخاری علیه لیخرج عن العہدة بیقین ثم نقل المقدسی عن
الفتح انه ینبغی ان یصلی اربعاً ینوی بها آخر فرض ادرکت وقته ولم اؤده ان تردد فی کونه مصراً
او تعددت الجمعه وذکر مثله عن المحقق ابن جرباش قال ثم قال وفائدة الخروج عن الخلاف
المتوہم او المحقق وان کان الصحیح صحة التعدد وہی نفع بلا ضرر ثم ذکر ما یوہم عدم فعلها ودفعه
باحسن وجه وذکر فی النہر انه ینبغی التردد فی مذہبها علی القول بجواز التعدد خروجاً عن الخلاف
اه وفی شرح الباقانی ہو الصحیح وبالجملة فقد ثبت انه ینبغی الاتیان بہذه الاربع بعد الجمعة
لکن بقی الکلام فی تحقیق انه واجب او مندوب قال المقدسی ذکر ابن الشحنة عن جده التصریح
بالندب وبحث فیه بانه ینبغی ان یکون عند مجرد التوہم اما عند قیام الشک والاشتباه فی
صحة الجمعة فالظاہر الوجوب ونقل عن شیخه ابن الہمام ما یفیده وبه یعلم انه ہل تجزی
عن السنة لا فعند قیام الشک لا وعند عدمه نعم ویؤید التفصیل تعبیر التمرتاشی بلا
وبدو کلام القنیة المذکور اه وتمام تحقیق المقام فی رسالة المقدسی وقد ذکر شذرة منها
فی امداد الفتاح انتہی رد المحتار علی الدر المختار فثبت ان قول ابن الشحنة بالوجوب
موید عن شیخه ابن الہمام مجتہد العصر والتمرتاشی والقنیة فیفتی بالوجوب فی ہذه الامصار
حتی یخرج المسلمون عن عہدة فرض الوقت بیقین والله ہو الموافق والمعین۔ المرقوم
فی النصف الاخیر من الصفر ۱۳۱۴ھ نمقه الفقیر غلام دستگیر الہاشمی الحنفی القصوری
کان الله له۔ چنانچہ اہل اسلام جالندہر نے معرفت بعضے اکابر کے ڈاک میں مکہ معظمہ
مدرسہ صولتیہ مشہورہ ہندیہ حضرت پایہ حرمین شریفین مولانا المہاجر الحاج مولوی رحمة
الله رحمه الله تعالی میں بھیجا۔ پھر لفافہ محررہ ۲۶ ربیع اول ۱۳۱۴ھ روز جمعہ مکہ معظمہ
سے جالندہر پہنچا۔ اس کے پشت پر ڈاکخانہ والوں کی طرف سے لکھا گیا کہ مکتوب الیہ
بمقام لودیانہ میں تبدیل ہو گیا ہے۔ پھر لودیانہ سے بنام فقیر قاضی صاحب موصوف
کی تحریر پہنچی کہ آپ کا مسئلہ مکہ معظمہ سے بحو بہترین وجوہ تصدیق ہو کر آگیا ہے مولوی

ولی محمد صاحب جالندہری سے ایک اشتہار کا چھپنا مشہور ہو رہا ہے۔ امروز فردا اس کی
انتظار ہے۔ لفافہ مکہ معظمہ کا اس کے ساتھ رجسٹری کرا کر بھیجوں گا۔ تب فقیر نے ریاست فرید
کوٹ سے قاضی صاحب کے نام تاکیداً لکھا۔ کہ مفتی صاحب جالندہری کے اشتہار
کی فقیر صاحب کو کچھ ضرورت نہیں ہے۔ آپ مکہ معظمہ کا لفافہ بہت جلد فقیر صاحب
کے پاس بھیج دو۔ تب انہوں نے عشرہ جمادی آخر سے ۱۳۱۴ھ میں وہ لفافہ مکہ معظمہ
کا اپنے لفافہ رجسٹری شدہ میں بھیج دیا۔ کھول کر دیکھنے سے معلوم ہوا۔ کہ فقیر کے مسئلہ کی
ایک تو حضرت مولانا شیخ المشائخ المہاجر الحافظ المولوی محمد عبد الحق صاحب آلہ آبادی
جو سالہا سال سے حرمین محترمین میں علوم حقہ کے نشر سے اہل عرب وعجم کو فیض رساں
ہیں۔ دوم حضرت مولانا المہاجر مولوی حضرت نور صاحب مدرس اول مدرسہ صولتیہ
واقعہ مکہ معظمہ نے بدیں عبارت تصدیق فرمائی ہے حامداً ومصلیاً ومسلماً بعد
حمد و نعت کے واضح ہو کہ فی الواقع یہ مسئلہ اسی طرح ہے جیسا کہ حضرت مولانا علامہ
فاضل فہامہ عمدۃ الکملا زبدۃ العلما محمد ابو عبد الرحمن غلام دستگیر سلمہ اللہ العلیم الخبیر نے
تحریر فرمایا ہے۔ شکر اللہ سعیہ ومتع المسلمین بطول بقائہ آمین۔ قبل اس کے ایک استفتا
اس باب میں ہوا ہے۔ کہ جس کو حضرت مفتی احناف سابق حضرت مولانا عبد الرحمن سراج
و شیخ العلما حضرت شیخ احمد بن زینی دحلان مفتی الشافعیہ مرحوم وغیرہما نے جواب
و مہر سے مزین فرمایا ہے۔ نقل اس کی بھیجی جاتی ہے۔ اس باب میں کافی و وافی
ہے۔ حاصل کلام یہ ہے۔ کہ بوقت مجرد توہم یہ چار رکعت نماز بعد الجمعہ احتیاطاً پڑھنا
جائز ہے۔ بلکہ مندوب ہے۔ اور بوقت قیام وشک واشتباہ کی یہ واجب ہے واللہ
سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ اتم محمد عبد الحق۔ العبد الضعیف حضرت نور عفی عنہ الغفور
مدرس اول مدرسہ صولتیہ واقع مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً۔ حضرت نور ہذہ المسئلہ
صحیح مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ اول مدرس مدرسہ یونیورسٹی الظاہر ان سقوط فرض الوقت

عن ذمہ المکلف باداء الجمعۃ فی ہذہ الدیار غیر متیقنین بل غیر مظنون فاداء الظہر بعدہا واجب
راقم غلام احمد مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور اور نقل اس فتوی مفتی احناف حضرت مولانا
عبدالرحمن سراج اور شیخ العلماء مفتی شافعیہ مولانا احمد زین دحلان کی جس کا حوالہ حضرت نے
دیا ہے۔ وہ بھی اس کے ملحق ہے۔ جس میں مسئلہ تقلید شخصی کے دلائل اور ظہر بعد الجمعہ
کا ثبوت طلب کیا ہے۔ چونکہ وہ فتوے اثبات تقلید شخصی سابق شائع ہو چکا ہے۔ اس لئے
اب عبارت استفتاء و فتوی ظہر بعد الجمعہ کی اس فتوی شریفیہ سے منقول ہوتی ہے
ما حکم صلوۃ اربع رکعات بعد صلوۃ الجمعۃ بنیۃ آخر الظہر الاحتیاط وما حکم من قال ان من اداہا
فہو ضال و مضل بل متبدع و فاسق افتونا ماجورین خیر الجواب واما حکم من صلے اربع
رکعات بعد الجمعہ بنیۃ آخر الظہر فہو الجواز بل ذکر ابن الشحنۃ عن جدہ التصریح بالندب
وبحث فیہ بانہ ینبغی عند مجرد التوہم الی آخر ما قالہ فی رد المحتار یعنی اما عند قیام الشک
والاشتباہ فی صحۃ الجمعۃ فالظاہر الوجوب ونقل عن شیخہ ابن الہمام ما یفیدہ وبہ یعلم
انہا ہل تجزی عن السنۃ ام لا فعند قیام الشک لا وعند عدمہ نعم ویوید التفصیل تعبیر
التمرتاشی بلا بد وکلام القنیۃ المذکور اھ وتمام تحقیق المقام فی رسالۃ المقدسی وقد ذکر شذرۃ
منہا فی امداد الفتاح من شاء فلیراجعہ والقائل من اداہا ضال مضل مخطی ومجازف
فی قولہ ذالک واللہ سبحانہ وتعالے اعلم۔ امر برقمہ خادم الشریعۃ والمنہاج عبدالرحمن بن
عبداللہ سراج مفتی مکۃ المکرمۃ حالا کان اللہ لہما عبدالرحمن سراج واما المسئلہ
الثانیۃ وہی صلوۃ الظہر بعد الجمعۃ ففی بعض الصور یکون مستحباً وفی بعضہا یکون واجباً کما ہو مبین
فی محلہ واللہ سبحانہ وتعالے اعلم امر برقمہ المرتجی من ربہ الغفران احمد بن زین دحلان شیخ العلماء
ومفتی الشافعیۃ بمکۃ المحمیۃ غفر اللہ لہ وللمسلمین احمد بن زین دحلان فے الواقعہ یہ نقل جواب
استفتاء حضرت مفتی احناف مولانا عبدالرحمن سراج و شیخ العلماء حضرت شیخ احمد دحلان
مرحوم مفتی الشافعیہ ہے۔ محمد عبدالحق [١٢٨١] العبد الضعیف حضرت نور عفی عنہ الغفور مدرس اول

مدرسہ صولتیہ واقع بمکہ مکرمہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً حضرت نور - ما اجاب بہ المحققان القاصلان عنی مفتی الاحناف والشافعیۃ من مکہ المعظمہ فہو صحیح بل الراجح فی دیارنا ہو الوجوب فقط - کتبہ العبد المذنب المفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ اول مدرس مدرسہ یونیورسٹی لاہور۔

الجواب صحیح غلام احمد مدرس اول مدرسہ نعمانیہ لاہور فقط -

اب اس جگہ اہل اسلام صاحبان علم کو غور کرنی لازم ہے - کہ اب بسبب اختلاف مسلمانان جالندہر کے مسئلہ وجوب ظہر بعد الجمعہ کی تصدیق مکہ معظمہ کے علماء کبار سے کی گئی تھی - جس کے جواب میں علاوہ تصدیق علماء حال کے پہلے اس سے جو سالہا سال سے مفتیان مکہ معظمہ تھے - ان کی تصدیق اور فتوے وجوب ظہر بعد الجمعہ کا بصورت شک واشتباہ کے صحت جمعہ میں آگیا ہے - جس سے ثابت ہوا - کہ اُن حضرات مفتیان مکہ معظمہ نے کتاب ردالمختار سے روایت ابن شحنہ کو اس کے استاد مجتہد العصر امام ابن الہمام وغیرہ سے مؤید جان کر اس پر سالہا سال سے فتوے دیا - اب کوئی شک بھی نہ رہا اس میں کہ ہمارے ان پنجاب وہندوستان کے شہروں میں جہاں حکومت اسلامی مفقود ہے - بعد الجمعہ ادار فرض ظہر واجب سے بھی زیادہ تاکیدی حکم ہے - سو اہل اسلام سکنائے جالندہر کو خصوصاً اور دوسرے تمام مسلمانوں کو عموماً لازم وواجب ہے - کہ ضرور بعد الجمعہ چار رکعت فرض ظہر ادا کیا کریں - ورنہ معاذ اللہ ہر ہفتہ میں ایک نماز فرض کے عمداً ترک کرنے کے گناہ میں ماخوذ ہوں گے - نعوذ باللہ من الحور بعد الکور - اور یہ بھی واضح رہے - کہ وہ اعتراض جو ابن ابن شحنہ پر مولوی ولی محمد صاحب نے خلیفہ محمد شادی سے لکھوا کر بھیجا تھا - جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے - چوں کہ اسی ابن شحنہ کے قول کو علماء ماضی وحال مکہ معظمہ تسلیم کرتے چلے آئے ہیں - تو وہ اعتراض محض بے بنیاد اور نفسانیت پر مبنی نکلا - حق تعالےٰ دین کے کام میں ضدیت سے بچادے - علاوہ اس کے یہ ہے - کہ اس رقعہ میں جو مولوی ولی محمد صاحب نے لکھوایا - اور بعد لکھنے کے خود دیکھ کر بھجوایا - اور محمد شادی نے اپنے قلم سے لکھا جس میں

تین جگہ لفظ قایل یعنے اس کے نیچے دو نقطہ یار کے لکھے ہیں۔ اور ایک جگہ شایع اور ایک جگہ مسایل ان دونوں کے نیچے بھی یائے دو نقطے لکھے ہیں۔ اور یہ حکایت علمی کتابوں کی روایت سے قطع نظر طالب علمان علم ادب کو بھی یاد ہے۔ کہ ایک دن ابو علی فارسی ایک عالم کی زیارت کو گئے۔ ان کے پاس ایک جزو لکھی ہوئی پڑی تھی جس میں لفظ قایل کو یا نقطہ دار سے لکھا ہوا تھا۔ ابو علی نے پوچھا کہ یہ کس کا خط ہے۔ اس پر ابو علی غضبناک ہو کر اپنے رفیق سے کہنے لگے۔ ناحق ہم نے اس شخص کی زیارت کی تکلیف اٹھائی۔ ہماری محنت برباد ہو گئی۔ جلد اس کے مکان سے باہر نکل گئے فقط یعنی حسب حرف واو قائل کا ہمزہ سے بدل گیا۔ تو اب وہ حقیقتاً یار نہیں ہمزہ ہے اس کے نیچے نقطے لکھنے سراسر غلطی ہے۔ پھر اسی رقعہ میں لفظ شاکر محمدؐ اور محمدؐ شادی بدیں صورت سے لکھا ہے۔ یعنی لفظ محمد کا جو کسی شخص کے نام کی جزو ہے۔ تو اب غیر نبی پر درود کی علامت لکھنی کس قدر علم دین سے غفلت ہے اور پھر درود کا اختصار کرنا بھی بے سعادتی ہے۔ جیسا کہ اپنے محل پر مبین ہے۔ اور فقیر نے اپنے رسائل خصوص رسالہ تصریح ابحاث فریدکوٹ میں اس کی بہت جگہ تحقیق لکھی ہے۔ من شاء فلینظر ثمہ الغرض اب اس فتویٰ ملک عرب کا تسلیم کرنا جمیع اہل اسلام کو عموماً اور مولوی ولی محمد صاحب کو خصوصاً لازم اور واجب ہوا۔ اس لئے کہ انہوں نے تحریرات مناظرہ ریاست فریدکوٹ میں درصورت اختلاف باہمی فتوے حرمین محترمین پر مدار رکھا تھا۔ جیسا اس کے ناظرین پر بخوبی ہویدا ہے۔ اللہ تعالےٰ اختلاف بیجا رفع فرماوے اور سب کو سیدھے رستے پر چلاوے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعترتہ اجمعین۔ امر برقمہ محمد ابو عبد الرحمن الفقیر غلام دستگیر الہاشمی القصوری کان اللہ فی ابتداء شہر رجب ۱۳۱۲ھ

تمت بالخیر والظفر۔

حدثنا ابو غسان المسمعی قال حدثنا معاذ وهو ابن هشام قال حدثنی ابی عن مطر عن ابی العالیة البراء قال قلت لعبد الله بن الصامت نصلی یوم الجمعة خلف امراء فیؤخرون الصلوٰة قال فضرب فخذی وقال سألت رسول الله صلی الله علیه وسلم عن ذالک فقال صلو الصلوٰة لوقتہا وجعلوا صلوتکم معہم نافلة

مسلم شریف صفحہ ۲۳۱ جلد اول مع شرح نووی میں۔ ترجمہ خاص مطلب حدیث کا یہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص مسمی عالیہ براء حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ہم نماز پڑھتے ہیں۔ جمعہ کے روز اپنے حکام کے پیچھے سو وہ دیر لگا دیتے ہیں نماز ادا کرنے میں پس فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم نماز ادا کر لیا کرو یعنی وقتی ظہر اور پھر ان کے پیچھے بھی جا کر جمعہ پڑھ لیا کرو۔ اب مسلمانوں غور کا مقام ہے ذرہ انصاف سے کام لو تو جملہ حضرات کو سمجھ آ جائے یہ امر مسلمہ ہے۔ کہ حدیث مذکورہ میں دو نمازیں ایک وقت کے اندر ثابت ہیں اگر امراء مدینہ جمعہ کے بعد نماز پڑھنے کا حکم دیتے تو ظہر کا وقت نہیں رہتا تھا اس لئے احتیاطاً آپ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے وقتی نماز یعنی ظہر پڑھ لیا کرو پھر امراء کے پیچھے نماز جمعہ بھی ادا کرو اس حدیث نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شرط ادائیگی جمعہ میں جو پوری طرح نہیں پائی گئی تو آپ نے ظہر پڑھنے کا حکم دیا جس ملک میں کئی شرطیں نہ پائی جائیں تو اس جگہ احتیاطاً ظہر بطریق اولیٰ جائز ہے اسے دو سنتوں ضرور جمعہ اور ظہر ادا کریں تو کیوں نہ اتباع نبوی ہوگا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اب پاکستان بن گیا ہے ظہر پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں یہ وہ عوام کو دھوکہ میں ڈالتے ہیں

حضرت قبلہ میاں رحمت علی صاحب سکنہ گھنگ شریف کی ایک کرامت

"شیر پاکستان مناظر اسلام کی زبانی"

مولانا مولوی محمد عمر صاحب جو بتاریخ ۱۱ اپریل کو ایک قابل اعتراض تقریر کرنے کی وجہ سے سکنہ میرپور سندھ میں مارشل لاء کے تحت ضابطہ نمبر ۵، ۲۰ گرفتار کر کے جناب میر باز خاں صاحب آفیسر مارشل لاء کی طرف سے حیدرآباد جیل میں بھیجے گئے تھے مولانا صاحب نے حاجی بہادر علی سکنہ گھنگ شریف کو کراچی بلوایا کہ مجھے ضرور مل جاؤ۔ حاجی بہادر علی صاحب نے کراچی پہنچ کر مولانا صاحب سے حالات معلوم کئے کہ جیل میں کیسی گذری۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ ہم لوگوں کو بہت سخت جیل دی گئی تھی اس واسطے میرے ساتھی بہت گھبرائے تھے میرے ساتھ میرپور کے پیر صاحب گرفتار تھے جو کہ بہت پریشان تھے۔ ایک رات جب کہ ہم جیل میں سو رہے تھے یکایک حضرت میاں رحمت علی صاحب تشریف لے آئے اور مجھ کو فرمایا۔ کہ مولانا صاحب آپ اپنے ساتھیوں کو فرما دیں کہ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں پھر دوسری رات بھی آپ نے تشریف لا کر ایسا ہی کہا کہ تم لوگ گھبراؤ نہیں۔ صبح ہوتے ہی میں نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ انشاءاللہ ہم لوگ کل کو جیل سے رہا کر دیئے جائیں گے ایسا ہی ہوا کہ تیسرے روز ہم عدالت میں بلا کر بلاوجہ رہا کر دیئے گئے۔

(مطبوعہ لاہور آرٹ پریس انارکلی لاہور)